محبت کی جیت

سندس جبین

وہ مجھ کو چاہنے لگے بے حد اور اس کے بعد
اس بات کی جہاں میں شہرت کمال ہو
پھر کیوں اس کو جیت کے لے جائے کوئی اور
جب ہم کو ہار جانے کی عجلت کمال ہو

اس نے گاڑی اسلام آباد آرٹ اینڈ کرافٹ کے سامنے روکی اور سن گلاسز آنکھوں پر اٹکائے اور ہینڈ بیگ سنبھالتی باہر آ گئی۔ آج آرٹ گیلری میں جس ہستی کے شہ پاروں کی نمائش تھی اسے دیکھنے لوگ پورے ملک سے اُمڈ پڑے تھے۔

”ایم نہال“ کوئی چھوٹا نام نہ تھا۔ ایک نام ور بین الاقوامی سطح کی شہرت کا حامل نام WWL (ورلڈ وائلڈ لائف) کا آفیشل فوٹو گرافر' اسٹل فوٹو گرافی کا ایک بڑا نام اور پاکستان میں اپنی فیلڈ کا ایک اہم ستون اتنی کم عمری میں ایسی کامیابیاں بھلا کہاں ملتی تھیں۔

سننے میں تو یہ آیا تھا کہ اس ایگزیبیشن کے لیے وہ خود پاکستان میں موجود تھا۔ مگر اسے اس اطلاع کے مصدقہ ہونے میں شبہ تھا جبھی آج وہ اسلام آباد میں بہ نفس نفیس موجود تھی۔ ایگزیبیشن میں موجود رش اس بات کا گواہ تھا کہ کامیابی اس کے گھر کی باندی بن چکی تھی۔

وہ ایک تصویر کے سامنے کھڑی بہت دیر تک نظر جمائے کچھ سوچتی رہی۔ ایک خیال ذہن میں جڑ پکڑ رہا تھا اور وہ ایک باعمل لڑکی تھی۔ واپسی پر اس کی عملیت پر غور کرتی ہوئی باہر آ گئی۔

”ایم نہال“ کا ای میل ایڈریس اسے بڑی آسانی سے مل گیا تھا۔

واپس لوٹتے ہی وہ کمپیوٹر کے آگے جم گئی۔ اس کی انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر چل رہی تھیں۔ اس نے ایک تفصیلی ای میل اس کے ایڈریس پر سینڈ کی اور طویل سانس لے کر اٹھ گئی۔ اسے کوئی خاص یقین نہ تھا کہ وہ اس ای میل کا جواب دے گا مگر بہرحال امید کی ایک ہلکی سی امید تھی۔

مگر رات جب انشال کمپیوٹر پر مصروف تھا اور وہ کچن میں تب ہی ایک دم وہ اسے زور زور سے پکارنے لگا۔

”بیلا' بیلا! دیکھو تمہارے لیے ای میل آئی ہے۔“ وہ یک دم ہی سب چھوڑ کر بھاگی چلی آئی۔

”کیا؟ کس کی میل ہے؟“ اس نے اندر داخل ہو کر پوچھا۔

”خود دیکھ لو۔“ وہ کمپیوٹر کے آگے دھری چیئر پر سے اٹھ گیا۔

بیلا نے تیزی سے چیئر گھسیٹی اور جلدی جلدی بٹن دبانے لگی اگلے ہی لمحے اس کو جھٹکا لگا۔

میل ایم نہال کی طرف سے تھی۔

”مس بیلا! آپ نے جتنے خوب صورت انداز میں میرے فن کو سراہا ہے وہ یقیناً میرے لیے اعزاز ہے۔ میں

آپ کا شکر گزار ہوں۔"

ایم نہال

بیلا کی نظریں اسکرین پر دوڑ رہی تھیں۔ اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ لکھنا شروع کیا۔

"میں آپ سے بہت کچھ سیکھنا چاہتی ہوں۔ ڈسکس کرنا چاہتی ہوں اور اس کے لیے آپ سے ملنا ضروری ہے۔ کیا آپ مجھے اس شرف سے نوازیں گے۔"

"میں معذرت خواہ ہوں۔ میرا شیڈول بہت ٹف ہے۔" اس کا جواب فوراً آیا تھا۔ بیلا کو کچھ مایوسی ہوئی مگر اس نے تیزی سے جواب لکھا۔

"میں جانتی ہوں آپ ایک بے حد مصروف شخصیت ہیں مگر یقین کیجیے کہ میں آپ کی کوئی عام سی فین نہیں ہوں۔ میں صرف آپ کے فن کی داد نہیں دینا چاہتی بلکہ عملی طور پر آپ سے کچھ حاصل کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے لکھا۔

"مجھے اندازہ ہے میرے یونیورسٹی میں کچھ لیکچرز ہیں۔ آپ مجھے ان میں جوائن کرلیجیے۔" اس نے جواباً لکھا۔

بیلا چند لمحے خاموشی سے کچھ سوچتی رہی۔ انشال اس کے نزدیک ہی کھڑا تھا۔

"انشال پلیز تم کچن دیکھ لو۔ مجھے کچھ وقت لگ جائے گا۔" بیلا نے کہا۔ وہ سر ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔

"کیا آپ میرے لیے بالکل وقت نہیں نکال سکتے' کسی بھی دن جب آپ کو لگے کہ آپ آدھا گھنٹہ مجھے دے سکتے ہیں؟" وہ اب جذباتی ہوکر لکھ رہی تھی۔

"آپ اتنا اصرار کرکے مجھے شرمندہ مت کیجیے۔ میں دیکھوں گا۔" اس کا انداز صاف ٹالنے والا تھا۔

بیلا ہونٹ بھینچے اسکرین کو گھورتی رہی۔ پھر تیز تیز بٹن دباتے اس نے بس اتنا ہی لکھا تھا۔

"بہت معذرت کے ساتھ کہہ رہی ہوں کہ میں نے آپ کو روایتی آرٹسٹ سے ہٹ کر سمجھا تھا مگر آپ نے میرا خیال باطل ثابت کردیا۔ اس کے لیے میں آپ کی شکر گزار ہوں۔" اس کا لفظ لفظ ناراضی اور خفگی کا غماز تھا۔

اس نے جواب آنے کا انتظار کیے بغیر کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ جب وہ کچن میں پہنچی تو انشال کھانا ٹیبل پر لگا رہا تھا۔

"ارے تم رہنے دو' میں کرلیتی ہوں۔"

"اٹس او کے اب تو سب ہوگیا آؤ کھانا کھالو' تم بتاؤ کیا کہا انہوں نے؟" وہ پانی کا جگ رکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"کچھ بھی نہیں۔" وہ مایوسی سے بولی۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"بس وہی گھسے پٹے بہانے۔"

"وہ ایک مصروف ہستی ہیں بیلا! کم آن' ان کے پاس ٹائم نہیں ہوگا۔" اس کا انداز پچکارنے والا تھا۔

"انہیں میرے لیے ٹائم نکالنا پڑے گا۔" اس کا لہجہ بہت عجیب سا تھا۔

"تو پھر کچھ ایسا کرو جس سے وہ آمادہ ہوجائیں۔" اس نے صاف مضحکہ اڑایا بیلا کے دانت بھنچ گئے۔

"مجھے چیلنج مت کرو' تم مجھے جانتے ہو نا؟"

"تمہیں جانتا ہوں اسی لیے تو کہہ رہا ہوں۔" اس نے بیلا کو مزید بانس پر چڑھایا' بولا۔

"تم جانتی ہو نا کہ وہ اتنے برسوں بعد لوٹے ہیں پاکستان' وہ بھی اپنے کام کے سلسلے میں سو وہ بزی ہوں گے۔"

"چلو پھر دیکھ لیتے ہیں۔"

"کیا کروگی تم؟"

"تمہیں اس سے کیا؟"

"اچھا۔" وہ ہنسا۔ "پھر مجھے کیسے پتا چلے گا کہ تم ان سے ملی ہو؟"

"بے فکر رہو تمہیں ساتھ لے کر ہی جاؤں گی۔" وہ بولی۔

"اچھا گڈ' یہ ہوئی نا بات' مگر تمہیں کیا لگتا ہے بیلا! انہیں متاثر کرپاؤ گی۔ جانتی ہو نا کہ وہ کون ہیں' کیا ہیں۔" وہ متاثر ہوئے بغیر بولا۔

وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتی کھانا نکالنے لگی۔

"یہ بات میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں کہ وہ کون ہیں۔ اور تم بھی جانتے ہو۔ اس لیے اب تم انتظار کرو جو میں کروں گی اس کو دیکھنے کا۔" اس نے اطمینان سے کہا۔

"بیلا جو بھی کروگی پلیز سوچ سمجھ کر کرنا۔" وہ جیسے اب ایم نہال کی خیر کی دعا مانگ رہا تھا۔ اس کے انداز پر بیلا کو ہنسی آگئی۔

"اب ہی تو صحیح وقت آیا ہے۔ اور تم دیکھنا انشال اس بار صرف وہی ہوگا جو میں نے سوچا ہے۔" اس کے لہجے میں ایقان تھا۔

انشال خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"آئی وش کہ وہی ہو بیلا! جو تم چاہتی ہو۔" اس نے بیلا کو تسلی دی تھی۔ بیلا اسے دیکھتی رہی یہاں تک کہ اس کی آنکھوں میں نمی آگئی جسے اس نے سر جھکا کر چھپالیا تھا۔

❁......❁......❁

رات ڈھل آئی ہے
موت کی آمد کا پتا
موت کا آغاز
ایک وہ موت جو روز آتی ہے
ہر روز رات ڈھل آنے پر......!!

رات تاریک اور گہری تھی اور قطرہ قطرہ ڈھلتی یہ رات ہر روز کی طرح آج بھی ایک نا ختم ہونے والی اذیت کے ساتھ اس کے تاریک دل پر اتری تھی دو تاریکیوں نے مل کر اسے یوں دبوچا تھا کہ کب اس کی آنکھوں سے خونِ دل قطرہ قطرہ بہنے لگا۔ اسے خبر ہی نہ ہوئی۔

"کیسے بے خبر ہو تم؟ تمہیں احساس ہی نہیں ہے کہ تم نے کسی وجود کو کس بے رحمی سے بھلا دیا ہے اسے زندگی و موت کے درمیان معلق کردیا ہے؟ کیا تمہیں کچھ یاد نہیں بالکل بھی یاد نہیں؟" وہ جیسے لمحہ بہ لمحہ مر رہی تھی۔

"کیوں تمہیں لگتا ہے کہ میں ایک عام سی لڑکی تھی جسے تم نے اپنی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھا مجھے یوں دوراہے پر چھوڑ کر خود اتنے سکون میں کیسے ہو تم؟ تمہیں کبھی بھی یاد نہیں آیا کہ کون ہے جو ہر رات تمہارے لیے روتا ہے تمہاری بے رخی اور بے خبری نے جس کی ہر خواہش اور ارمان کو روند ڈالا ہے۔ تمہیں کوئی بھی شرمندگی نہیں ہے؟" وہ بڑبڑا رہی تھی۔

دسمبر کی اس سرد شب میں ٹیرس پر کھڑی وہ کوئی سایہ معلوم ہو رہی تھی۔ پانچویں منزل پر بنے اس اپارٹمنٹ میں صرف وہ دونوں ہی تھے اسے پتا تھا کہ انشال سو رہا تھا ورنہ اگر وہ اسے یوں دیکھ لیتا تو کتنا ڈانٹتا۔

شہر کی روشنیاں بتدریج بجھتی جا رہی تھیں وہ دور نظریں جمائے جانے کون سے افق میں اپنا ستارہ ڈھونڈتی رہی۔ زندگی پہلے کب اتنی آسان تھی۔ مگر اب تو جیسے مزید مشکل ہوتی نظر آ رہی تھی۔

اگلی صبح وہ مضمحل اور پژمردہ تھی۔ آفس کے لیے تیار ہوتے انشال نے اسے کتنی بار بغور دیکھا تھا مگر کچھ بولا نہیں ناشتہ کرنے کے بعد وہ جانے لگا مگر پھر رک گیا۔

"ایک بات یاد رکھنا بیلا جہانگیر! تم کمزور نہیں ہو۔" اس کا لہجہ مستحکم اور حوصلہ دینے والا تھا۔ بیلا کی آنکھیں جل اٹھیں۔

"مجھے ڈر لگتا ہے انشال اور یہ ڈر مجھے کمزور کیے دے رہا ہے۔" وہ اپنے آنسوؤں پر بمشکل قابو پارہی تھی۔

"کس بات کا ڈر؟" وہ چونک گیا۔

"رد ہونے کا ڈر۔" وہ کچھ دیر کشمکش کے بعد بولی تھی۔

انشال کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے بیلا دس سال بعد پھر سے وہی تاریخ دہرائی جائے گی؟" اس کا لہجہ سلگتا ہوا تھا۔

"ہاں' کیونکہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔" خدشے' خوف اور بے بسی اسے مل کر کمزور کررہے تھے۔

"نہیں بیلا! اس بار وہ نہیں ہوگا جو دس سال پہلے ہوا تھا۔ اب وقت بدل گیا ہے اور اس کی بساط پر موجود مہرے بھی۔ اس لیے یہ قطعاً مت سوچو کہ اس بار ہار تمہارا مقدر ہوگی۔ اگر تم ہار گئیں تو جیت اس کے حصے میں بھی نہیں آئے گی۔" اس کا انداز فیصلہ کن تھا۔

''ہاں کم از کم اس بار جیت اس کے حصے میں نہیں آئے گی۔'' بیلا کی مٹھیاں بھینچ گئی تھیں۔

''دیٹس دا اسپرٹ۔'' انشال نے اس کا سر تھپکا اور باہر کی سمت قدم بڑھا دیے۔ اس کے جانے کے بعد وہ گھر سمیٹنے میں مشغول ہوگئی۔ خود ناشتا لے کر وہ لاؤنج میں آ گئی۔ چائے پیتے ہوئے اس نے ٹی وی آن کرلیا اور اسکرین پر دیکھتے ہی اسے لگا کسی نے اس کا دل بھینچ لیا ہو۔ ایک نجی چینل سے ایم نہال کے فن پاروں کی نمائش پر ایک تفصیلی رپورٹ دکھائی جا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد اس نے خالی کپ ٹیبل پر رکھا اور کچھ سوچتی ہوئی بیڈ روم کی طرف بڑھ گئی۔ کمپیوٹر کے آگے بیٹھ کر اس نے پھر سے ایک ای میل لکھی اور اس کو ارسال کردی۔ اس نے بظاہر ایک سادہ اور عام سا سوال لکھا تھا۔

''میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ وقت اور جگہ کا تعین آپ پر چھوڑتی ہوں مگر یقین کیجیے اس بار آپ کا انکار بالکل نہیں سنوں گی۔''

اس کے بعد وقتاً فوقتاً وہ سارا دن اپنا میل باکس چیک کرتی رہی مگر اس کا جواب نہیں آیا۔ رات آٹھ بجے کے قریب اس کا جواب آیا تھا۔ شاید وہ اسی وقت اپنا میل باکس چیک کرتا تھا۔

''دیکھئے خاتون! میں آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ میں مصروف بہت ہوں لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں خواتین سے ملنا پسند نہیں کرتا۔'' کیسا صفا چٹ انکار تھا۔ بیلا کی تیوری چڑھ گئی۔

''یونیورسٹی میں اپنے لیکچرز کی ڈیٹیل اور ٹائمنگ بتا دیجیے۔'' اس نے لکھا۔

''اوکے۔'' اس کے ساتھ ہی اس نے دیگر تفصیلات لکھ دی تھیں۔ بیلا پڑھ کر اچھل گئی۔ اس کا پہلا لیکچر کل تھا۔ وہ بے صبری سے انشال کا انتظار کرنے لگی۔ وہ اس کے ساتھ سب کچھ ڈسکس کرنا چاہتی تھی اور سب سے بڑھ کر کل ہونے والے لیکچر پر مکمل معلومات آخر اسے ایم نہال کو متاثر کرنا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

لیکچر ہال میں پن ڈراپ سائلنس تھا۔ وہ ڈائس پر کھڑا تھا اور اس کی بھاری اور گونج دار آواز پورے ہال میں چھائی ہوئی تھی۔ بیلا کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔

بلیک پینٹ اور لائٹ گرے شرٹ میں خوب صورت ٹائی باندھے اپنی طویل القامتی کے ساتھ وہ واقعی دیکھنے کی چیز لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی روشن تھیں اور اسٹائلش سنہرے بال اس سے بڑھ کر خوب صورت لگ رہے تھے۔ بلاشبہ وہ ایک چھا جانے والی خوب صورت اور پرتاثر شخصیت کا حامل تھا اور اس پر مستزاد اس کے نام کے آگے لگی ڈگریوں کی ایک قطار اور کارناموں کی ایک طویل فہرست جو تھی۔ وہ لوگوں کو متاثر نہیں کرتا تھا بلکہ متاثر ہونے پر مجبور کردیتا تھا۔

بیلا اسے دیکھ رہی تھی اور اس کا دل کسی بیل ہی کی صورت اس کے قدموں میں لپٹتا جا رہا تھا۔

جس دن مجھے اس سے محبت ہوئی تھی
شاید اس دن میں پہلی دفعہ مر گیا تھا
میرے اندر خود مجھ سے زیادہ وہ زندہ ہوگیا تھا
پھر میں اسے کچھ نہ بتا سکا اور دوسری دفعہ مر گیا
ہم اکثر مر جاتے ہیں
جب کوئی ہماری ''میں'' کو مارتا ہے
انا کو گرا کر اس کے سینے پر چڑھ کر کھڑا ہو جاتا ہے

اس کے لبوں سے سانس ایک آہ کی صورت نکلا تھا۔ دل کی بند فصیل ایک عرصے بعد جیسے ڈھے گئی تھی اور اس کے ملبے تلے دبا دل آہوں میں ڈوب گیا تھا۔

لیکچر ختم کرنے کے بعد وہ ہال سے نکلا تو اس کے گرد طالب علموں کی لمبی قطار تھی۔ بیلا ایک طرف کھڑی خاموشی سے اسے بھیڑ میں گھرا دیکھتی رہی۔ جب وہ پارکنگ تک پہنچا تو یہ بھیڑ منتشر ہو چکی تھی۔ وہ گلاسز چڑھائے آگے بڑھا اور گاڑی کا دروازہ کھولنے لگا۔

''ہیلو سر۔'' بیلا نے کہا۔ وہ چونک کر متوجہ ہوا۔

''بیلا جہانگیر۔'' اس نے آہستہ سے ہاتھ آگے

بڑھایا۔ جس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ یقیناً وہ پہچان گیا تھا کہ یہ وہی لڑکی تھی جو کافی دنوں سے اسے میلز کر رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے ہاتھ ملایا اور گلاسز اتار کر بالوں میں اٹکا لیے۔

''کیسے ہیں آپ؟'' اس نے ہاتھ سینے پر باندھ لیے تھے۔

''میں ٹھیک ہوں آپ سنائیں۔'' سوال غالباً مروت میں پوچھا گیا تھا۔ جس کا جواب بیلا نے دیا اور اگلا سوال داغ دیا۔

''مصروف تو نہیں ہیں آپ؟'' اس کا لہجہ تیکھا تھا۔

نہال کے لبوں کے گوشوں میں ہلکی سی مسکراہٹ نے پل بھر کو جھلک دکھلائی تھی۔

''نہیں میں مصروف نہیں ہوں کہیے۔'' اس کا ہاتھ بدستور گاڑی کے ادھ کھلے دروازے پر تھا۔

''اس سچویشن میں یہاں کھڑے کھڑے...... نو وے میں یہاں آپ سے کوئی بات نہیں کرسکتی۔'' بیلا نے اِدھر اُدھر دیکھ کر اپنی ننھی سی ناک چڑھائی۔ جسے نہال نے بڑی دلچسپی سے دیکھا تھا۔ ریڈ کارڈیگن اور بلیو جینز میں سر کو اسکارف میں لپیٹے وہ ایک اسٹائلش اور چارمنگ لڑکی تھی۔

''چلیں پھر وقت تو ہے میرے پاس جگہ کا تعین آپ کرلیں۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''آپ کے پاس واقعی وقت ہے نا؟'' وہ مشکوک سا ہوکر پوچھ رہی تھی۔ نہال کو ہنسی آ گئی کیا لڑکی تھی۔

''جی محترمہ جب میں آپ سے کہہ رہا ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ واقعی وقت ہے۔'' اس کے کہنے پر وہ چند لمحے خاموش رہی۔

''ٹھیک ہے پھر لنچ پر چلتے ہیں۔'' اس نے بڑی سہولت سے کہا۔ وہ شش و پنج میں پڑ گیا۔

''دیکھیے اب آپ انکار نہیں کرسکتے آپ ہامی بھر چکے ہیں۔ چلیے آپ اپنی گاڑی میں آجایئے وہ میری گاڑی ہے آپ بس اسے فالو کرتے رہیے گا اور یقین رکھیے کہ اس لنچ کو آپ ہمیشہ یاد رکھیں گے۔'' وہ بات کے اختتام پر آہستہ سے ہنسی۔

نہال ٹھٹکا تھا۔ بیلا کے ہنسنے کا انداز بہت منفرد تھا۔ سر پیچھے گرا کر ہنستی ہوئی وہ اس لمحے بہت دلکش لگی تھی جبکہ اس کا ننھا سا دہانہ تھوڑا سا کھل گیا تھا اور دونوں گالوں پر پڑتے ننھے ننھے گڑھے بے حد خوب صورت تھے۔ جو پل بھر کو اپنی جھلک دکھلا کر غائب ہوگئے تھے۔

اب وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تو نہال چونک گیا۔ وہ یقیناً اپنے شوفر کے ساتھ آئی تھی۔ اس نے توصیفی انداز میں سر ہلایا اور خود بھی ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں ایک لنچ روم میں موجود تھے۔ اپنی اپنی پسند کا لنچ آرڈر کرنے کے بعد بیلا ٹھوڑی کے نیچے بند مٹھی جما کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ حیران سا ہوا۔

''بیلا صاحبہ پوچھیے کیا پوچھنا چاہتی ہیں آپ؟'' اس نے ہموار لہجے میں کہہ کر اسے متوجہ کیا۔

''بیلا صاحبہ...... صاحبہ......!'' وہ دہرا کر محظوظ ہوتی ہوئی ہنس دی۔ وہی اس کا سر پیچھے گرا کر ہنسنے کا خوب صورت انداز۔ نہال خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

''کیا ہوا؟''

''کیا آپ مجھے اتنا بوڑھا تصور کرتے ہیں کہ اس طرح مخاطب کر رہے ہیں؟ اور اگر یہ احترام کا کوئی انداز ہے تو پلیز مجھے اتنے بھاری بھرکم انداز میں مخاطب مت کریں۔''

''دیکھیے' آپ کا اور میرا رشتا کیا ہے جو میں آپ سے بے تکلفی سے بات کروں؟ صرف ایک دو ملاقاتوں کے بعد شاید ہم کبھی نہ ملیں تو اس کا فائدہ؟'' اس کا انداز سپاٹ تھا۔

بیلا کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

''آپ سے ایک بات پوچھوں؟'' وہ آہستگی سے بولی۔

''جی پوچھیے۔''

''ان کامیابیوں کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟''

''میرا اپنا۔'' وہ بلا توقف بولا۔

''اچھا۔'' وہ پھر سے ہنسی۔
''چلیں یہ بتائیں کہ آپ ''ایم نہال'' کیوں لکھتے ہیں؟''
''میرا پورا نام میر نہال احمد ہے تو یہ Abriviation یوز کرتا ہوں۔''
''آپ پاکستان میں کیوں نہیں رہتے؟''
''آپ مجھ سے لیکچر ڈسکس کرنے آئی ہیں یا میرا انٹرویو لینے؟'' وہ اس بار قدرے روکھے لہجے میں بولا تھا۔
بیلا خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔
''ایک سوال پوچھوں؟''
''پوچھ لیں مگر پرسنل نہیں۔'' اس نے صاف گوئی سے کہا۔ وہ چند لمحے خاموشی رہی۔
''آپ کو کیا لگتا ہے محبت اور انا میں سے کون زیادہ طاقتور ہے؟'' بڑا انوکیلا اور چونکا دینے والا سوال تھا اس کا۔
وہ ایک بار پھر ٹھٹکا تھا۔ یہ لڑکی واقعتاً اسے چونکا دینے میں کامیاب رہی تھی۔
''انا۔''
''وہ کیسے؟''
''بحثیت ایک مرد میں آپ پر واضح کردوں کہ میں قطعاً نہیں یہ مان سکتا کہ محبت بالاتر ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ محبت آپ کی انا کے قلعے کو مسمار کر کے آئے اور فتح کا جھنڈا گاڑ لے۔'' وہ دوٹوک بولا۔
''آپ محبت کو کمزور تصور کرتے ہیں؟'' وہ حیران تھی۔
''نہیں میں انا کو طاقت ور تصور کرتا ہوں۔'' وہ خوب صورتی سے بات بدل گیا۔
اس کے بعد بیلا نے مزید کوئی سوال نہ کیا۔ ویٹر نے لنچ سرو کردیا وہ دونوں کھانے میں مصروف ہوگئے اس دوران وہ اس سے لیکچر کے کچھ پوائنٹس ڈسکس کرتی رہی۔ وہ اسے جواب دیتا رہا۔ بلاشبہ وہ ایک ذہین لڑکی تھی اور اسے اس شعبہ کی تمام معلومات بھی تھیں جو کہ اس کی باتوں سے ہی ظاہر تھا۔

''آپ صرف نیچر کو ہی کیوں کیپچر کرتے ہیں؟''
''اس کا سمپل جواب تو یہی ہوسکتا ہے کہ آئی لو نیچر۔ مگر سچ یہی ہے کہ مجھے نیچر کو کیپچر کرنا اچھا لگتا ہے۔ ہم سب کو ایک خاص ٹیلنٹ کے ساتھ اس دنیا میں بھیجا جاتا ہے اور جو کام کوئی ایک شخص بہتر طور پر کرسکتا ہے اسے یقیناً وہی کرنا چاہیے۔''
''فوٹوگرافی آپ کا شوق ہے۔''
''نہیں، جنون ہے۔'' وہ مسکرایا تھا۔
''آپ نے فوٹوگرافی کے ہی کسی اور شعبہ میں طبع آزمائی نہیں کی؟''
''بالکل کی ہے دیکھیں اسٹل فوٹوگرافی میں بہت زیادہ اسکوپ ہے آپ ٹرائی کرسکتے ہیں میں نے بھی کیا مگر مجھے Satisfaction نہیں ملی۔ مجھے صرف نیچر کی فوٹوگرافی میں ملی۔ سو اسی لیے میں یہاں تک محدود ہوں۔''
''میں نے سنا ہے کہ آپ کوئی کتاب بھی لکھ رہے ہیں۔''
''لکھ چکا ہوں جلد ہی لانچ ہوجائے گی۔''
''دیٹس گڈ۔ آپ کے گھر والے تو آپ کی کامیابیوں سے بہت خوش ہوں گے۔'' اس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے غیر محسوس انداز میں اس کے گھر والوں کو درمیان میں گھسیٹا تھا۔ وہ چمچ منہ تک لاتے لاتے رک گیا۔
''نہیں۔'' اس نے ایک لفظی جواب دیا۔
''کیوں؟'' وہ جی بھر کے حیران ہوئی۔
''میرے گھر میں کوئی نہیں ہے۔'' اس نے بتایا۔
''اوہ سوری۔'' وہ شرمندہ ہوگئی۔
''نو اٹس او کے۔''
''آپ نے شادی نہیں کی؟'' وہ کچھ جھجک کر بولی۔
''اگر میں اس کا جواب نہ دینا چاہوں تو؟''
''تو کوئی بات نہیں ہم کوئی اور بات کرلیتے ہیں۔'' وہ فوراً بولی۔
''دیٹس گڈ۔''

''اب لنچ تو ہوگیا مجھے یہ بتایئے کہ ہم دوبارہ کب مل رہے ہیں؟'' وہ بے تکلفی سے بولی۔
''دیکھیں کچھ کہا نہیں جاسکتا۔'' وہ بڑے سکون سے بولا۔ بیلا کو اس بات کی توقع تھی۔
''آپ ٹالیے مت ٹائم کا مسئلہ ہم خود حل کرلیں گے۔'' وہ شاہانہ انداز میں بولی۔
''وہ کیسے؟'' وہ مسکرایا تھا۔
''وہ ایسے کہ آپ مجھے اپنا سیل نمبر دے دیں اور میں آپ کو ٹیکسٹ کر کر کے پوچھ لیا کروں گی کہ آپ فری ہیں یا نہیں اور ایسے بھی کہ آپ کو آنے کی زحمت نہیں کرنا پڑے گی میں آپ کے پاس خود آجاؤں گی۔'' وہ تیز تیز بولتی گئی۔
وہ خود کو ہنسنے سے روک نہ سکا۔ یہ لڑکی دلچسپ ہی نہیں بااعتماد بھی تھی۔
''چلیے ٹھیک ہے ایسا ہی کرلیتے ہیں۔'' وہ فراخ دلی سے اسے اپنا کارڈ دیتے ہوئے بولا تھا۔
وہ ہنس دی۔
''میں آپ کی شکر گزار ہوں میر نہال! باوجود اس کے کہ آپ خواتین سے ملنا پسند نہیں کرتے آپ نے مجھ سے ملنے کے لیے وقت نکالا۔'' وہ شرارت سے بولی تھی۔
نہال بھی ہنسا تھا۔ ویٹر کے آنے پر وہ بل پے کرنے لگا۔
''دیکھیے بل مجھے پے کرنے دیجیے یہ لنچ میری طرف سے تھا۔'' وہ احتجاجاً بولی تھی۔
''اصل میں مس بیلا بات یہ ہے کہ میں دس سال نیویارک میں گزارنے کے باوجود بھی اندر سے ایک مشرقی مرد ہوں۔ میں بالکل پسند نہیں کرتا کہ کوئی خاتون میرا بل پے کرے۔'' اس نے کہا۔
''خاتون یا ایک خوب صورت لڑکی؟'' وہ اٹھتے ہوئے اسے چھیڑ رہی تھی۔
''جی بالکل ایک خوب صورت لڑکی۔''
''پھر تو آئندہ مجھے آپ کے پاس آتے ہوئے کھانا کھا کر آنا چاہیے۔''
''وہ کیوں؟''
''بھئی آپ خواتین سے ملنا پسند نہیں کرتے ان کا بل پے کرنا پسند نہیں کرتے تو انہیں کھانا کھلانا بھی پسند نہیں کرتے ہوں گے نا؟'' وہ اس کی لوجک پر کھلکھلا کر ہنسا تھا۔
''آپ سے مل کر اچھا لگا۔''
''ارے نہال صاحب پلیز مجھے خوش فہمیوں میں مبتلا مت کیجیے آپ کہاں ملنے پر آمادہ تھے وہ تو میں نے زبردستی کی۔'' وہ اسے یاد دلا رہی تھی۔
وہ سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔
''یہاں کا لنچ اچھا تھا۔ میں جب تک یہاں ہوں کوشش کروں گا کہ اس ریسٹوران کا دوبارہ وزٹ کرسکوں۔'' وہ بات بدل گیا۔
''اور مجھے بلانے کی کوشش بھی کرلیجیے گا۔'' وہ پھر سے ہنسی تھی۔
''ویسے آپ کب تک ہیں پاکستان میں؟''
''ایک ماہ کا وزٹ ہے میرا۔''
''اس کے بعد آپ چلے جائیں گے۔'' اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ وہ گاڑی کا دروازہ کھولتا ٹھٹک گیا تھا۔
اس کی طرف دیکھتا وہ چند لمحے اس کے چہرے پر کچھ کھوجتا رہا پھر سر جھٹک کر بولا تھا۔
''او کے۔''
''اللہ حافظ۔'' بیلا نے آہستگی سے کہا۔
اس نے سر کو خم دیا تھا گاڑی اسٹارٹ کر کے وہاں سے نکل گیا۔ وہ کچھ دیر وہیں کھڑی رہی پھر سر جھٹک کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھی تھی۔

❁……❁……❁

اس سے تین بار تفصیل جان لینے کے باوجود انشال بے یقین تھا۔
''انہوں نے تم سے اتنی باتیں کیں وہ بھی اتنی بے تکلفی سے۔''

''ہاں۔''
''میں نہیں مان سکتا۔''
''تو مت مانو۔'' وہ بے نیازی سے شانے اچکا کر بولی تھی۔
''وہ کافی بدل گئے ہیں۔'' انشال نے کہا۔
''ہاں بہت۔'' وہ سوفے پر نیم دراز تھی جبکہ انشال کارپٹ پر بیٹھا تھا۔
''ویسے میں حیران ہوں بیلا کہ تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟'' وہ اس بار قدرے دکھ سے بولا۔
''کیا کیا ہے؟'' وہ چونکی۔
''تم ڈیڑھ گھنٹے تک ان کے ساتھ لنچ میں مصروف رہیں اور تم سے اتنا نہ ہوسکا کہ مجھے بھی اندر بلالو۔''
وہ اس کے دکھی انداز پر ہنس دی۔
''بالکل نہیں یاد رہا' تم خود آ جاتے نا۔''
''کیسے آتا میں؟ مجھے تو مزے سے شوفر بنا کر خود ان کے ساتھ چلی گئی تھیں تم۔''
''بھئی سمجھو نا کہ ان پر رعب بھی ڈالنا تھا۔''
''اپنی امارت کا؟'' انشال نے مذاق اڑایا۔
''ہاں' بالکل۔'' وہ ہچکچائے بغیر بولی۔
اس بار دونوں ہنسے تھے۔
''انشال مجھے ممی پاپا بہت یاد آ رہے ہیں۔'' وہ کچھ دیر بعد افسردگی سے بولی۔
''ہاں یاد تو مجھے بھی آ رہے ہیں۔''
''تو پھر آؤ انہیں فون کرتے ہیں۔'' وہ جوش سے اٹھ بیٹھی۔
''ہاں یہ ٹھیک ہے میں کال ملاتا ہوں تب تک تم کافی بناؤ۔'' وہ فون نکال کر بولا۔
''نہیں کافی نہیں بہت ٹائم لگ جائے گا۔'' وہ منہ بسور کر بولی۔
''اوہو بیلا جاؤ بھی میں کال ملا رہا ہوں نا۔'' اس نے ضد کی۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی منہ پھلا کر اٹھی اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔ جلدی جلدی وہ کافی بنا کے لوٹی تو انشال ممی سے بات کررہا تھا۔
''ہاں' ممی پورا خیال رکھتا ہوں آپ کی لاڈلی کا۔'' وہ یقین دلا رہا تھا۔ بیلا نے کافی کا مگ اس کے نزدیک رکھا اور فون اس سے لے کر اسپیکر آن کردیا۔
''السلام علیکم ممی کیسی ہیں آپ؟'' وہ بولی۔
''میں ٹھیک ہوں میری جان تم کیسی ہو؟ اسلام آباد پسند آیا۔'' وہ محبت سے پوچھ رہی تھیں۔
''جی ممی! میں ٹھیک ہوں اسلام آباد پسند آیا ہے مجھے اور اسلام آباد والے بھی۔'' وہ ہنس دی تھی۔
''انشال تمہیں تنگ تو نہیں کرتا؟''
''ارے نہیں ممی اس بے چارے کی بھلا کیا مجال کہ مجھے تنگ کرسکے۔ آپ میرے مزاج سے تو واقف ہی ہیں۔'' وہ اکڑ کر بول رہی تھی۔
انشال نے دانت کچکچا کر اسے دیکھا۔
''اور کیا ممی! آپ جانتی تو ہیں اس کے دہشت گردانہ مزاج کو۔'' انشال نے بھی بدلہ چکایا۔
ممی ہنس دیں۔
''ارے نہیں انشال میری بیٹی تو بہت پیاری ہے۔''
''جی پتا ہے مجھے بس بیٹا ہی پیارا نہیں ہے۔'' انشال نے ناراضی سے کہا۔
''مجھے تو دونوں ہی عزیز ہو بھئی۔'' ممی نے محبت سے کہا۔
''ممی آپ کو پتا ہے یہ انشال مجھے ڈانٹتا ہے اور کھانا بھی مجھ سے پکواتا ہے اور پتا ہے غصے سے گھور بھی رہا ہے۔'' وہ انشال کو دیکھتی جیسے تجزیاتی رپورٹ جاری کررہی تھی۔ اس بار وہ ہنس پڑا۔
''ارے بھئی بس کرو تم دونوں ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنا۔ یہ بتاؤ اسلام آباد میں ٹھنڈ کیسی ہے؟''
''بہت زیادہ سردی ہے ممی! اس قدر سخت سردی میں لوگ ریستورانوں میں لنچ کرتے پھرتے ہیں اور ہمیں باہر کار میں شوفر کی حیثیت سے بٹھا دیا جاتا ہے۔'' انشال نے دہائی دی تھی۔

بیلا نے غصے سے اسے گھورا اور زور سے اسے مکا مارا وہ کراہ کر رہ گیا۔ دوسری طرف ممی بھی سمجھ چکی تھیں۔
''کیوں بھئی؟ کیوں بنایا تم نے میرے بیٹے کو شوفر؟''
''ممی! سمجھیں نا میں اپنی دوست کے ساتھ تھی تو ایسے میں انشال کو ساتھ کیسے لے جاتی۔'' اس نے عذر دیا۔
''اچھا پھر ٹھیک ہے یہ بتاؤ دل لگ گیا نا؟''
''جی ممی بہت اچھی طرح سے۔'' وہ چہکی تھی۔
جبکہ انشال کی ہنسی اور معنی خیز کھانسی نے اسے کھسیانا کردیا۔
''ممی' پاپا کیسے ہیں؟'
''وہ بھی ٹھیک ہیں۔''
''اچھا ٹھیک ہے ممی پھر بات ہوگی۔'' ''اوکے ممی۔'' اس نے الوداعی کلمات کہتے ہوئے فون رکھ دیا۔
''ہاں تو کیا کہہ رہے تھے تم؟'' وہ آستینیں چڑھاتی اس کی طرف لپکی۔
''مین نے کیا کہا کہہ تو تم رہی تھیں کہ دل لگ گیا ممی بہت اچھے سے۔'' وہ اس کی طرح آواز بنا کر بولا۔
''شرم کرو اب تم مجھ پر طنز کرو گے۔'' اس کے کہنے پر وہ دل کھول کر ہنسا تھا۔
''اچھا یہ بتاؤ کہ میر نہال کب تک ہیں پاکستان میں۔''
''ایک ماہ تک۔''
''اوہ' وقت تو کم ہے بیلا اور ٹارگٹ بہت ٹف۔''
''ٹارگٹ ٹف ہو یا ایزی اسے اچیو تو کرنا پڑتا ہے انشال اور اس مشن میں تو میرا خون جگر شامل ہے میں ہار نہیں مانوں گی۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی تھی۔
''میں بھی یہی چاہتا ہوں۔'' اس نے بیلا کا شانہ تھپکا تھا۔
''میں اسے بتا کر رہوں گی کہ بیلا جہانگیر کیا ہے جسے اس نے فراموش کرنے کی جرأت کی تھی۔'' اس کے لہجے میں ایک زہریلی سرسراہٹ تھی۔ انشال پرسوچ انداز میں اسے دیکھتا رہا تھا۔ وہ بیڈروم کی سمت بڑھ گئی تھی۔
ایک اور سرد رات اس کے مقابل تھی۔ جس میں یادوں کی راجدھانی تھی' غم کا بسیرا تھا اور بے بسی کا ایک بے کراں احساس تھا۔ وہ دیر تک جاگتی رہی۔ آج اسے مل کر آئی تھی' نیند آنکھوں میں کہاں سے اترتی......؟

اے دسمبر تیری یخ بستگی میں
کیوں طلب اس کی منجمد نہیں ہوتی

وہ بے یقین تھی۔ ذہن میں بار بار اس کی باتوں کو دہرا کر خود کو یقین دلا رہی تھی۔ ہاتھ میں تھما اس کا کارڈ ہاتھ کی گرمی میں گیلا ہو رہا تھا اور وہ بے خبر تھی۔ وہ سوچ رہی تھی اور حیران ہو رہی تھی کہ وہ کس قدر انجان تھا۔ وہ بیلا جہانگیر کو پہچان نہیں پایا تھا۔ اس کا تو یہی مطلب تھا کہ وہ بیلا جہانگیر کو بھول چکا تھا۔ نہیں جانتا تھا کہ وہ اس کا قرض دار تھا اور قرض بھی ایسا جس کو ادا کیے بغیر وہ اپنی جان نہیں چھڑا سکتا تھا۔ یہی سوچتے ہوئے وہ نیند کی وادیوں میں اتر گئی تھی۔
صبح اس کی آنکھ کھلی تو سات بج چکے تھے۔ اس نے جلدی سے سیل فون گھسیٹا اور ایک خوب صورت سا گڈ مارننگ کا میسج لکھ کر نہال کے نمبر پر سینڈ کردیا تھا۔ اس کے بعد وہ فریش ہوکر باہر آئی تو انشال اخبار کے ساتھ چائے انجوائے کررہا تھا۔
''گڈ مارننگ۔'' اس نے کہا اور اس کے مقابل بیٹھ گئی۔
''گڈ مارننگ بیلا!'' اس نے مسکرا کر کہا اور اخبار ٹیبل پر دھر دیا۔
''کیا پروگرام ہے آج کا؟''
''کچھ خاص نہیں۔ البتہ اگر تم اپنا اسلام آباد دکھانے کے موڈ میں ہو تو میں انکار نہیں کروں گی۔'' وہ شرارت سے کہہ رہی تھی۔
''چلو' یہ بھی ٹھیک ہے آج گھومتے ہیں اور تمہیں شاپنگ کرواتے ہیں۔'' وہ فراخ دلی سے بولا۔
بیلا خوشی خوشی اٹھی اور ناشتا بنانے چلی گئی۔ دس بجے تک وہ سب کچھ کر کے تیار تھی۔ جب سیل دیکھا تو نہال

کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب نہ آیا تھا۔ اس نے افسردگی سے سیل کی تاریک اسکرین کو گھورا اور ایک ٹیکسٹ لکھ کر اس کے نمبر پر سینڈ کردیا۔

عجیب لوگوں کا بسیرا ہے تیرے شہر میں ساغر
انا میں مٹ جاتے ہیں مگر یاد نہیں کرتے
بیلا جہانگیر

دو منٹ بعد ہی نہال کی کال آگئی۔ وہ خوش گوار حیرت میں مبتلا ہو کر سیل کو دیکھے گئی۔ پھر اس نے کال پک کرلی۔

''السلام علیکم کیسے ہیں آپ؟'' کیسی چہکتی ہوئی آواز تھی اس کی۔

''وعلیکم السلام میں ٹھیک ہوں۔ صبح بخیر۔'' وہ ٹھنڈے اور پرسکون لہجے میں بولا۔

''صبح بخیر آپ تو میسج کا جواب ہی نہیں دیتے۔'' بیلا نے فٹ سے شکوہ داغا۔

''میں سو رہا تھا۔''

ارے آپ اب اٹھے ہیں اس کا مطلب کہ رات کو لیٹ سوئے تھے اور اگر لیٹ سوئے تھے تو اس کا مطلب کہ کہیں مصروف تھے اور اگر کہیں مصروف تھے تو آخر وہ کون سی مصروفیت تھی جو آپ کی نیند کی راہ میں رکاوٹ بن گئی؟'' وہ ایف 16 کی رفتار سے بول رہی تھی۔

وہ حیران تھا۔ کیسی لڑکی تھی وہ؟ کتنی منہ زور کشش تھی اس میں۔ پہاڑی چشموں کی سی روانی تھی اس میں؟ اپنا راستا خود بنانے والی۔

''ہاں میٹنگ میں تھا۔'' وہ آہستہ سے بولا۔

''اچھا یہ بتائیں اسلام آباد گھومنے کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

''سوری میں تو بزی ہوں آج۔''

''اف اوہ...... یہ کیا بات ہوئی دوستوں کے لیے تو وقت نکالنا پڑتا ہے نا۔'' وہ دھونس سے بولی۔

''کیا ہم دوست ہیں؟'' نہال کا لہجہ سادہ تھا۔ وہ ٹھٹک گئی۔

''ظاہر ہے۔'' وہ تیزی سے بولی۔

''تو پھر آپ کو میرا پرابلم سمجھنا چاہیے نا۔''

''پھر آپ...... پلیز نہال مجھے یہ لفظ بہت بوجھل لگتا ہے کیا آپ اسے چھوڑ نہیں سکتے؟'' وہ التجائیہ انداز میں بولی تھی۔ وہ چند لمحے خاموش رہا۔

''چلیں ٹھیک ہے چھوڑ دیتا ہوں مگر پھر تم مجھے انسسٹ نہیں کروگی۔'' وہ بولا۔

''اچھا۔'' اسے کچھ مایوسی ہوئی۔

''چلیں آپ یہ بتائیں دوبارہ کب مل رہے ہیں؟'' وہ آس سے بولی۔

وہ چپ رہا پتا نہیں یہ لڑکی بے تکلفی کی ساری حدیں ایک ساتھ ہی کیوں پار کرلینا چاہتی تھی؟ اس کا لہجہ اتنا سادہ تھا کہ وہ کچھ اخذ کرنے سے ناکام رہا تھا۔

''ضرور کیوں نہیں؟'' وہ کچھ اور کہہ نہ سکا۔

''ویری گڈ کب اور کہاں؟'' وہ پھر سے چہک اٹھی۔ لہجے کی اس تبدیلی کو نہال نے بڑی شدت سے محسوس کیا تھا۔

''جہاں تم بلاؤ۔'' وہ بے ساختہ بولا۔

''ارے اتنی کمال مہربانی زہے نصیب مجھے تو یقین نہیں ہو رہا۔'' وہ کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔

نہال کے ذہن میں اس کے ہنسنے کا خوب صورت انداز رہی کال ہوا تھا۔

''کیا تمہارے نزدیک میں اتنا سخت دل ہوں۔'' وہ پوچھ بیٹھا۔

''بالکل نہیں ٹھیک ہے پھر میں آپ کو اپنے گھر بلاؤں گی آپ آئیں گے نا؟''

''ہاں کیوں نہیں۔'' اس نے یقین دلایا۔

''تھینک یو سو مچ۔'' وہ ایک بار پھر سے ہنس دی۔

''چلو ٹھیک ہے بیلا اوکے۔'' وہ فون بند کرنے والا تھا۔

''اپنا خیال رکھیے گا۔'' وہ شہد آگیں لہجے میں بولی تھی۔

''تھینک یو۔'' اس نے فون بند کردیا۔

بیلا خاموشی سے اسکرین کو دیکھتی رہی۔ اس کی نظریں پرسوچ انداز میں کہیں ساکن تھیں۔

سب کچھ اس کی توقعات کے عین مطابق ہو رہا تھا۔ یہی تو چاہتی تھی وہ۔

✿......✿......✿

صرف ایک ہفتہ ہی تو لگا تھا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے یوں بے تکلف ہوگئے تھے کہ جیسے صدیوں سے شناسا ہوں۔ اس میں بہت بڑا ہاتھ بیلا کا تھا۔ اس کی طبیعت ضدی اور اپنا آپ منوانے والی تھی جبھی شروع شروع میں تو نہال نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی بات مان لیتا مگر رفتہ رفتہ وہ اس کا عادی ہوگیا۔ وہ صرف خوب صورت ہی نہیں تھی ذہین بھی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ اسٹائلش و ماڈرن ہونا جیسے پلس پوائنٹس بھی اس کے پاس تھے۔ وہ دونوں اکثر ملتے کبھی پارک کبھی کسی کافی شاپ تو کبھی کسی ریستوران میں مگر ابھی تک دونوں ایک دوسرے کے گھر نہ گئے تھے۔

وہ بھی ایک خوب صورت صبح تھی۔ جب اس نے نہال کو گڈ مارننگ کا میسج کیا جواباً ہمیشہ کی طرح اس کی کال آگئی۔

''صبح بخیر زندگی۔'' وہ مدہم آواز میں بولا تھا۔

''اچھا مجھے یہ بتائیں آپ ٹیکسٹ کا جواب دینے کے بجائے کال کیوں کرلیتے ہیں؟'' اس نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

''میں میسج لکھنے سے بہت الرجک ہوں بیلا! سمجھو نا۔'' وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔

''اچھا جناب سمجھ لیتی ہوں۔ آپ کا کیا پروگرام ہے یاد ہے نا آپ کو؟ آج آپ ہمارے گھر آرہے ہیں۔''

''یہ بھی کوئی بھولنے والی بات ہے؟'' وہ ہنسا۔

''چلیں ٹھیک ہے پھر ناشتا آپ میرے ساتھ کریں گے اوکے۔'' اس نے کہا اور فون بند کردیا۔

ناشتے کی میز پر آج انشال تنہا تھا اور وہ اسے تفصیل بتا رہی تھی۔

غزل

مجھے اور کہیں لے چل وصی
جہاں رات کبھی سوئی نا ہو
جہاں صبح کسی پر روئی نا ہو
جہاں ہجر نے وحشت بوئی نا ہو
جہاں کوئی چیز کسی کی کھوئی نا ہو
جہاں لوگ ہوں سارے بے گانے
جہاں سب کے سب ہوں دیوانے
جہاں کوئی جھوٹ ہو نہ افسانے
جہاں کوئی ہم کو نہ پہچانے
مجھے اور کہیں لے چل وصی
جہاں نفرت دل میں بس نا سکے
جہاں کوئی کسی کو ڈس نا سکے
جہاں کوئی کسی پہ ہنس نا سکے
مجھے اور کہیں لے چل وصی

سیدہ امبر اختر...... چندی پور

''ناممکن...... وہ یہاں آرہے ہیں؟ ناشتے پر......؟'' انشال بے یقین تھا۔

وہ ہنس پڑی۔

''تو مت مانو۔'' اس نے عادتاً شانے اچکائے۔

''میں حیران ہوں بیلا! تم نے یہ سب کیسے کرلیا۔''

''بس تمہیں ہی میری صلاحیتوں پر شک تھا۔'' وہ فخر سے بولی۔

''ارے نہیں شک نہیں تھا مگر بس یقین نہیں آرہا کہ وہ ہار رہے ہیں۔'' وہ بے یقین تھا۔

''وہ ہار چکے ہیں۔'' اس نے تیقن سے کہا۔

''بیلا تمہیں یاد ہے نا کہ ممی پاپا دس دنوں تک آرہے ہیں۔ تمہیں جو بھی کرنا ہے ان کے آنے سے پہلے کرلو پلیز۔''

"بے فکر رہو انشال تم بس دیکھتے جاؤ۔" وہ اس کے سامنے ناشتے کی ٹرے رکھتے ہوئے بولی۔

"چلو ٹھیک ہے لاؤ بھئی ایک آملیٹ اور سوکھے توس کا ناشتا آخر خدمت تو اصل میں ان کی ہوگی نا۔" وہ غمزدہ انداز میں بولا۔

بیلا کو ہنسی آ گئی۔

"ہاں یہ تو ہے۔"

"بیلا میں تمہیں اتنا بے وفا نہیں سمجھتا تھا۔" وہ صدمے سے بولا۔

وہ اور زیادہ محظوظ ہوئی۔

"بس پھر کیا کروں؟ تمہیں تو پتا ہے وہ میرے لیے کیا ہیں؟" وہ اسے باور کروا رہی تھی۔ وہ سر ہلاتا ہوا ناشتے میں مشغول ہو گیا۔ اس کے آفس جانے کے بعد اس نے گھر سمیٹا اور کچن میں جا کر ناشتا بنانے لگے۔ بھلا اس کی ایکسپرٹ کوکنگ کب کام آتی؟ اس نے ایک بہترین ناشتا تیار کیا تھا جس میں ایسٹرن ویسٹرن کا کمبی نیشن تھا۔ جب وہ کچن سے باہر آئی تب تک نہال کی کال آ گئی کہ وہ آنے کے لیے نکل گیا ہے۔ وہ پھرتی سے کپڑے اٹھا کر باتھ روم کی سمت لپک گئی۔ ایک خوب صورت بلیک شرٹ اور وائٹ سکس پاکٹ ٹراؤزر میں وہ غضب ڈھا رہی تھی۔ سر اس نے حسب معمول ایکش خوب صورت وائٹ اسکارف سے ڈھک لیا۔ اسی اثناء میں ڈور بیل بجی۔

اس نے دروازہ کھولا۔ وہ سامنے ہی کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ مسکرایا۔

"گڈ مارننگ۔" بیلا نے کہا اور وہ اندر آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریڈ روز کا بکے تھا اور اس کے پاس سے بڑی مسحور کن مہک اٹھ رہی تھی۔ اس کی ڈریسنگ آج بھی شاندار تھی۔

"کیسی ہو بیلا۔" اس نے بکے سینٹرل ٹیبل پر رکھ کر اسے دیکھا۔ وہ مسکرائی اور اس کے گالوں میں نمودار ہوتے ننھے ننھے چاہِ زنخداں نہال کا دل اڑا لے گئے تھے۔

"میں ٹھیک ہوں آیئے چلیے پہلے ناشتا کیجیے۔" وہ اسے ڈائننگ روم میں لے گئی۔

"گھر میں کوئی نہیں ہے کیا؟" نہال نے پوچھا۔

"میں کافی نہیں ہوں۔" وہ چھیڑنے والے انداز میں بولی۔

"میرا مطلب تمہارے مام ڈیڈ؟"

"ممی پاپا تو حج پر گئے ہیں۔" اس نے بتایا۔

"اوہ ویری گڈ اور تم ادھر اکیلی ہو۔"

"ارے نہیں۔" وہ ہنسی۔ "آپ ہیں نا میرے ساتھ۔" وہ خوب صورتی سے بات گھما گئی۔

ناشتے کے لوازمات دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔

"یہ اتنا کچھ تم نے خود بنایا ہے۔"

"کیوں آپ کو کوئی شک ہے؟" وہ ٹھٹکی تھی۔

"ارے نہیں بھئی بالکل نہیں میں تو حیران ہوں تمہیں اتنی اچھی کوکنگ بھی آتی ہے؟"

"مجھے اور بھی بہت کچھ آتا ہے۔" وہ معنی خیزی سے بولی۔

"مثلاً؟" اس نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا۔

"آپ جانتے ہیں۔" بیلا نے سہولت سے بات اس کی طرف پلٹی۔

"ہاں تمہیں سب آتا ہے جیسے دوسروں کا دل جیتنا۔" وہ آہستگی سے بولا۔

"کیا میں نے آپ کا دل جیت لیا ہے نہال۔" وہ مدہم اور شدت پسندانہ انداز میں بولی تھی۔

نہال یک ٹک اسے دیکھتا رہا اعتراف کا لمحہ بہت بھاری تھا۔

"ہاں۔" اس کی ہاں میں ایک مجرمانہ اعتراف تھا۔

بیلا کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

"ارے میں بھی کتنی پاگل ہوں۔ اتنا اچھا سیلڈ بنایا ہے اور کچن میں ہی بھول گئی۔ آپ شروع کریں میں لے کر آتی ہوں۔" وہ اٹھ کر چلی گئی۔

نہال نے دیکھا وہ اس کی بات کو سرے سے نظر انداز کر گئی تھی۔ اسے بہت عجیب سا لگا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو ہاتھ میں باؤل تھا۔ ناشتا واقعی لذیذ تھا۔ نہال نے دل کھول کر تعریف کی۔ وہ بچوں کی طرح خوش ہوتی رہی۔

جب وہ جانے لگا تو اس سے وعدہ لے گیا کہ اب وہ اس کے گھر آئے گی۔ بیلا نے ہامی بھری تھی۔

اس کے کچھ دن بعد وہ دونوں لیک ویو پارک میں ملے تھے۔ پورا اسلام آباد خزاں کے رنگوں میں سمٹا ہوا تھا۔ سردی معمول سے زیادہ تھی۔ بیلا براؤن جینز اور وائٹ کارڈیگن میں تھی۔ اس نے ہاتھوں میں گلوز پہنے تھے اور سر پر ریڈ پھندنوں والی ٹوپی تھی۔ وہ بالکل کسی گڑیا جیسی لگ رہی تھی۔ اس کی ناک کی نوک سردی کی شدت سے سرخ ہو رہی تھی۔

نہال کو لگ رہا تھا کہ اس نے آج سے پہلے اتنا دلکش نظارہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ مسحور ہو رہا تھا۔ اس قدر غالب آ گئی تھی وہ لڑکی کہ اسے اپنا آپ بے بس محسوس ہوتا نظر آتا تھا۔ اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا کہ وہ اس کے سامنے ہار مان لے۔ اعتراف کر لے کہ ہاں اگرچہ وہ خواتین سے ملنا پسند نہیں کرتا تھا مگر وہ باقی سب جیسی کب تھی۔ وہ تو سب سے جدا تھی۔ بے حد منفرد۔ اپنا ماسٹرز مکمل کر چکی تھی مگر ابھی بھی کالج گرل لگتی تھی۔ وہ کب چاہتا تھا کسی سے ملنا؟ کب اسے قبول تھا کہ کوئی آئے اور اس کے دل میں نقب لگا کر سب کچھ لے جائے اسے کب برداشت تھا یہ سب؟ مگر وہ ہو گیا جو اس نے نہ سوچا تھا اور نہ چاہا تھا۔ وہ لڑکی اس کی آنکھوں کے راستے دل میں سما گئی تھی۔ اور دل میں سما کر پورا دل بن بیٹھی تھی۔ اور وہ بیڑیوں میں جکڑا بے بس ہو کر اس کے قدموں میں گر گیا تھا۔ وہ اسے پسند کرنے لگا تھا۔ بیلا جہانگیر کی سنگت اسے بھاتی تھی۔ اور پتا نہیں کیوں وہ اپنی اس من پسند تتلی سے محروم نہیں ہونا چاہتا تھا۔ جبھی آج وہ پختہ عزم کر کے آیا تھا کہ اس سے حتمی بات کر لے گا۔

"بیلا۔" اس نے پکارا۔

"ہوں۔" وہ روش پر چلتی ٹھٹکی اور اس کی طرف پلٹی۔

"مجھے تم سے اک ضروری بات کرنا ہے۔" اس کی سرخ ناک کی نوک کو دیکھتے ہوئے وہ بے ساختگی سے مسکرایا تھا۔

"میرا کافی پینے کا دل چاہ رہا ہے چلیں۔" وہ ہتھیلیاں آپس میں رگڑتی جوش سے بولی۔

"لیکن میں وہ......!" نہال کی بات ادھوری رہ گئی۔

"اوفوہ۔ بعد میں کر لیجیے گا ضروری باتیں۔ ابھی تو چلیں۔" وہ ضدی انداز میں کہتی پارک میں بنے اوپن ایئر ریستوران کی طرف بڑھ گئی تھی۔ وہ بھی اس کے عقب میں چلتا گیا۔ دونوں نے اپنے پسند کے فلیور میں کافی آرڈر کی اور چیئرز پر بیٹھ گئے۔

"آپ کی بک کب لانچ ہو رہی ہے۔"

"دو دن بعد۔"

"اوواؤ مجھے بلا رہے ہیں سیرمنی میں۔" اس نے کہا۔

"آف کورس ایسا ممکن ہی نہیں کہ تمہارے بغیر کچھ ہو جائے۔" وہ بڑے نرم و مہربان لہجے میں اسے یقین دلا رہا تھا۔

وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ نہال سحر زدہ سا اسے دیکھتا رہا۔ اس کے گالوں میں نمودار ہوتے وہ ننھے ننھے گڑھے کتنے دل کش تھے جن میں وہ گھٹنوں کے بل گر گیا تھا۔

"ویسے ایک بات کہوں۔" وہ کافی کا مگ اٹھاتے ہوئے بولی۔

"کیا۔"

"مجھے یقین نہیں آتا۔"

"کس بات پر؟"

"یہی کہ آپ کتنے بدل گئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"آپ کو یاد ہے کہ آپ مجھ سے ملنے پر آمادہ بھی نہیں تھے۔" اس نے نہال کو یاد دلایا۔ وہ آہستہ سے ہنس دیا۔

"تب میں تمہیں جانتا بھی تو نہیں تھا نا۔"

"آپ کو لگتا ہے کہ آپ مجھے جانتے ہیں؟"

"ہاں۔" وہ یقین سے بولا۔

”اتنا یقین ہے خود پر۔“

”کیا نہیں ہونا چاہیے۔“

”بالکل ہونا چاہیے خود پر یقین ہی تو انسان کو منزل کے قریب لے کر جاتا ہے۔“

”سچ کہا تم نے۔ مجھے یہی یقین میری منزل کے قریب لے آیا ہے۔“ وہ اس کو بڑی گہری نظروں سے دیکھتا مسکرایا تھا۔

”اچھا‘ پالی آپ نے اپنی منزل؟“ وہ معنی خیزی سے بولی۔

”کچھ ایسا ہی سمجھو۔“

”ویری گڈ۔“ وہ توصیفی انداز میں بولی۔

”بیلا ایک گزارش ہے تم سے۔“

”ارے گزارش کیا؟ آپ تو حکم کیجیے جناب۔“ وہ سعادت مندی سے بولی۔

وہ اس کے اسٹائل پر ہنس دیا۔

”چلو اٹھو پھر چلیں۔“ وہ دونوں گاڑی کی سمت بڑھ گئے۔ وہ دونوں واپسی کے سفر میں تھے بیلا کے فلیٹ کے آگے گاڑی روک کر وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر ایک پیکٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔

”بیلا! میں چاہتا ہوں۔ تم پرسوں یہ لباس پہنو مجھے اچھا لگے گا۔“ اس کے چہرے پر رنگ تھے اور آنکھوں میں روشنی تھی۔

بیلا کے چہرے کا رنگ سرخ پڑ گیا۔ وہ مسحور ہوگیا۔ کتنا خوب صورت مکسچر تھا۔ بیلا کی ذات میں مشرق و مغرب کا وہ ماڈرن تھی مگر بولڈ نہیں۔ وہ ذہین تھی مگر منہ پھٹ نہیں۔ وہ اسٹائلش تھی مگر بے باک نہیں۔ وہ ایک مکمل حسن سے مزین تھی۔

اس نے سر ہلاتے ہوئے پیکٹ لے لیا۔

”تھینکس۔“

”اس کی ضرورت نہیں۔“

”شب بخیر۔“ وہ کہتی ہوئی باہر نکل گئی۔

نہال کی نظروں نے گیٹ کے اندر جانے تک اس کا پیچھا کیا تھا۔ جانے کیسی ساحرہ تھی وہ؟ جس نے اسے اپنے دام الفت میں یوں جکڑا تھا کہ وہ فرار کا کوئی راستا نہ پاتا تھا۔ وہ جب تک صبح اٹھتے ہی اسے فون نہ کر لیتا اس کی صبح نہیں ہوتی تھی اور جب تک وہ رات کو اس کا چہرہ نہ دیکھ لیتا اس کی آنکھوں میں نیند نہ اترتی تھی۔

”کہاں سے آئی ہو بیلا اور یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟“ وہ جیسے ہی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اسے انشال ٹکرا گیا۔

”یہ...... مجھے گفٹ ملا ہے۔“

”وہ تو مجھے نظر آ گیا ہے مگر کس سے؟“

”نہال نے دیا ہے۔“ وہ ہچکچا کر بولی۔

”ویری گڈ تو بات یہاں تک پہنچ گئی۔“ وہ معنی خیزی سے بولا۔

”میں چینج کرلوں۔“ وہ یقیناً جواب نہیں دینا چاہتی تھی جبھی نظر چرا کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔ انشال خاموش کھڑا رہ گیا تھا۔

......✿......✿......
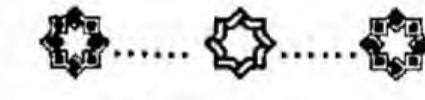
آج ایک خوب صورت دن تھا اور یہ صرف اس کی کتاب کی تقریب رونمائی کی وجہ سے خوب صورت نہ تھا بلکہ اس لیے خوب صورت تھا کہ اس میں وہ شامل تھی۔ وہ ساحرہ‘ وہ ہستی جس نے میر نہال کو فتح کر لیا تھا۔ نہال کی نظر مسلسل اس پر تھی۔ وہ اس وقت نہال کے گفٹ کیے گئے لباس میں ہی تھی۔ یہ ایک سفید ایوننگ گاؤن تھا جس کا کپڑا ریشم سا تھا اور جس پر بڑا نازک کام تھا۔ ایک شاندار تقریب کے بعد وہ اس کی طرف بڑھا جبکہ سب لوگ واپس لوٹ رہے تھے۔

”اف! کتنی اسٹرگل کی ہے آپ نے اس بک کے لیے۔“ وہ اس کی کتاب کے صفحے پلٹتی ہوئی بولی تھی۔

”بیلا! چلو میرے ساتھ۔“ اس نے کہا۔

”کہاں؟“ وہ چونکی۔

”میرے گھر“ وہ بولا۔

”مگر رات بہت ہوگئی ہے۔“ وہ ہچکچا گئی۔

ایس رضی

شروع کرتی ہوں اللہ کے نام سے جو بہت زیادہ رحم اور کرم کرنے والا ہے۔ السّلام علیکم! پیارے آنچل اور اس کے تمام قارئین کو میری طرف سے بہت سارا سلام و پیار۔ جناب مجھ کو ”ایس رضی“ کہتے ہیں اور آنچل میں تشریف آوری ایک شخصیت کی وجہ سے ہوئی ہے کیونکہ ان کا خوب صورت تعارف مجھے بہت اچھا لگا اور وہ شخصیت ”انا احب“ ہیں۔ ان کا تعارف پڑھ کر بالکل ایسا لگا جیسے وہ میرے دل کی آواز بول رہی ہیں۔ وہ سارے رنگ‘ وہ ساری باتیں‘ سارے مشغلے‘ سب شرارتیں وہ جیسے میرے ہاتھوں کی لکھی ہوئی ہوں۔ اب جناب کا تھوڑا لمبا تھوڑا مختصر سا تعارف۔ ہم چار بہنیں اور دو بھائی ہیں‘ جو بہت عزیز ہیں۔ سیکنڈ ائر کی طالبہ ہوں‘ ہمارا خاندان اچھی آواز کی وجہ سے مشہور ہے اور میں بھی اپنے خاندان میں ”نعت خواں“ کی حیثیت سے مشہور ہوں۔ شاعری بھی کرتی ہوں‘ کبھی رنگوں اور خوش بوؤں کی دنیا میں رہنا پسند کرتی ہوں اور کبھی بالکل تنہا۔ بیٹھنا اور سوچنا بہت اچھا لگتا ہے۔ صبح کا پُرنور وقت بہت اچھا لگتا ہے اور سرمئی شام کی تو میں دیوانی ہوں۔ رنگوں میں سرخ‘ ڈارک گلابی‘ سفید اور نیلے رنگ کا کنٹراسٹ بہت اچھا لگتا ہے۔ پیلا رنگ اور سیاہ رنگ مجھے بالکل پسند نہیں۔ آنچل کی ایک کہانی جو شاید ناول ہے ”جو چلے تو جاں سے گزر گئے“ بہت متاثر کن تھی اور ”محبت دل پہ دستک“ بہت اچھی لگی۔ پسندیدہ رائٹر عمیرا احمد ہیں۔ گانے بہت پسند ہیں‘ آواز اچھی ہے اس لیے گاتی بھی ہوں۔ انڈیا کے کمار سانو اور پاکستان کے وارث بیگ‘ راحت فتح علی خان اور مرحوم نصرت فتح علی خان صاحب کے گانے سننے اور گانے کا جنون ہے۔ غصہ بہت آتا ہے مگر جلدی اتر جاتا ہے‘ گھر میں سب سے زیادہ پیار اپنی امی جان سے کرتی ہوں کیونکہ وہ ہی بے غرض رشتہ ہے جو اپنی اولاد کی خاطر جان تک قربان کر دیتی ہے۔ ماں تجھے سلام۔ پاک پروردگار میری امی کو بہت ساری خوشیاں اور لمبی زندگی دے‘ آمین۔ زندگی میں بہت کچھ کھویا اور اس کا تیسرا حصہ بھی خوشیاں نہیں ملیں۔ بہت بور کر دیا ہے نا آنچل کے قارئین کو اب اجازت چاہتی ہوں‘ اللہ حافظ۔

”تم نے وعدہ کیا تھا۔“

”جی مجھے یاد ہے چلیں۔“ وہ مدہم آواز میں بولی تھی۔

”چلو۔“ نہال کھل اٹھا۔

وہ دونوں اس کی گاڑی میں آ گئے۔ دس منٹ کی ڈرائیو کے دوران دونوں میں کوئی بات نہ ہوئی تھی۔ جب گاڑی رکی تو بیلا نے دیکھا کہ یہ سفید ماربل سے بنی ہوئی ایک وسیع و عریض عمارت تھی۔ جس کی پیشانی پر ”میر منزل“ درج تھا۔

”آؤ بیلا۔“ نہال نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ دونوں ایک ساتھ چلتے ہوئے اندرونی حصے کی طرف بڑھ گئے۔ لاؤنج کی روشنیاں بجھی ہوئی تھیں۔ مگر وہاں جو تھا اس نے بیلا کو ٹھٹکا دیا۔

ڈائننگ ٹیبل کمرے کے وسط میں رکھا تھا۔ جس پر کینڈل اسٹینڈ میں مومی شمعیں جل رہی تھیں۔ ریڈ روز اور وائٹ للی کی سجاوٹ نے ٹیبل کو مہکایا ہوا تھا۔ خوب صورت اور نفیس شیشے کی کراکری اور سب سے بڑھ کر کمرے کا خواب ناک ماحول وہ ساکت کھڑی تھی۔ جب دو ہاتھ آہستگی سے اس کے کندھوں پر ٹھہر گئے۔ وہ چونک کر مڑی وہ نہال تھا۔ جس کا چہرہ اس مدہم روشنی میں الوہی کہانیاں سنا رہا تھا۔

”تمہیں پتا ہے بیلا میں تمہیں یہاں کیوں لایا ہوں“ اس کی آواز میں کھنک تھی۔ بیلا نے میکانکی انداز میں سر ہلا دیا۔

”میں تم سے محبت کرتا ہوں بیلا۔“ اس کے لبوں سے الفاظ شبنم کی مانند نکلے اور بیلا کے دل کی سرزمین سیراب کر گئے۔ بیلا کے شانوں کے گرد اس کی گرفت سخت ہوگئی اور اس نے بیلا کو قریب کر لیا۔

”میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں بیلا! ہاں یہی سچ ہے میں ہار گیا ہوں خود سے میں نے سوچا تھا کہ میں تمہیں نہیں بتاؤں گا۔ میں خود سے لڑتا رہا۔ جانتی ہو

کیوں؟ میں پہلے ہی سے مشروط ہوں میرا نکاح ہوچکا ہے۔ کسی کے ساتھ میری زندگی کی ڈور باندھی جا چکی ہے۔ آج سے نہیں دس سال ہوچکے ہیں۔ مگر میں اس رشتے کو نہیں مانتا۔ یہ رشتا میری ماں کی خواہش تھی۔ جب وہ ہی نہ رہیں تو میں کیوں نبھاؤں اس بودے تعلق کو؟ اس خیال سے میں اتنا خوفزدہ تھا کہ اتنے سال میں نے کسی لڑکی کو اس نظر سے دیکھا ہی نہیں۔

مگر پھر تم آئیں اور مجھے خود پر اختیار نہ رہا۔ میں ہار گیا بے بس ہوگیا لیکن اب اور نہیں۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں بیلا۔ بہت بے پناہ۔ تمہیں پتا ہے تم نے مجھے کتنا بدل دیا ہے۔ تم بہت خاص ہو بیلا سب سے منفرد۔'' وہ بول رہا تھا اور بیلا کا رنگ زرد پڑتا جا رہا تھا۔

''آپ اس کے پاس کبھی نہیں گئے؟'' وہ لرزتے ہوئے لہجے میں بولی۔

''میں تو دس سال بعد پاکستان لوٹا ہوں بیلا! مجھے اس کی شکل تو دور اس کا نام بھی یاد نہیں ہے۔ میں تم سے پیار کرتا ہوں بیلا...... میں......!'' وہ بے تابی سے اسے دیکھتا کچھ کہنے کی کوشش کر رہا تھا۔

بیلا نے آہستگی سے بڑے غیر محسوس انداز میں پیچھے ہٹنا چاہا۔ نہال نے ہراساں ہوکر اس کی اس کوشش کو دیکھا اور اسے یکدم خود میں بھینچ لیا۔

''میں تمہیں اپنا بنانا چاہتا ہوں۔ میری بن جاؤ بیلا۔''

بیلا کے رخساروں پر مومی شمعوں کا عکس جھلملا رہا تھا۔ نہال کے لبوں نے بے تابی سے اس عکس کو چھوا تھا۔ بیلا لرز کر پیچھے ہٹی تھی۔

''نہال آپ کو کیا ہوگیا ہے۔ پلیز چھوڑیں مجھے۔'' وہ وحشت زدہ ہرنی کی طرح اس کا حصار توڑ کر نکلی تھی۔

''میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں بیلا۔'' نہال نے گھٹنوں کے بل جھک کر اس کے ہاتھ تھام لیے۔

بیلا خالی آنکھوں اور کپکپاتے لبوں سے اسے دیکھے گئی۔

''یہ ممکن نہیں ہے۔'' وہ آہستہ سے بولی۔

وہ تڑپ اٹھا تھا۔ ''کیوں......؟''

''نہال! آپ ...... نے مجھے غلط سمجھا...... میں......!'' اس نے ہکلا کر کہتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''ایسا مت کہو بیلا۔ کیوں نہیں کرسکتی تم' کیا میں تمہارے معیار پر پورا نہیں اترتا۔'' وہ سراسیمگی سے بول رہا تھا۔

''میں میریڈ ہوں۔'' اس نے تین لفظ نہیں نہال کے سر پر تین بم پھوڑے تھے۔ نہال کے ہاتھوں سے اس کے ہاتھ میکانکی انداز میں چھوٹ گئے۔ اس کا رنگ سفید پڑ گیا۔ وہ ایک دم سے کھڑا ہوگیا۔

''تم جھوٹ کہہ رہی ہو...... بولو...... تم...... یہ کیسے ہوسکتا ہے؟'' وہ بے ربطگی سے بول رہا تھا۔

''مجھے آپ سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔'' وہ آہستگی سے بولی۔

''تم نے مجھے کبھی نہیں بتایا۔'' وہ بے یقین تھا۔

''آپ نے کبھی پوچھا ہی نہیں۔''

''میں نہیں مان سکتا...... یہ کیسے ممکن ہے بیلا! خدا کے لیے سچ بولو...... یہ میری زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔'' وہ بلند آواز میں کہہ رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں سرخی بڑھتی جا رہی تھی۔

''آپ کو ثبوت چاہیے؟'' وہ تیکھے لہجے میں بولی۔

وہ وحشت ناک نظروں سے اسے دیکھتا پھٹ پڑا۔

''ہاں چاہیے مجھے ثبوت۔ بولو...... کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟ کیوں جھوٹ بول رہی ہو بے وقوف بنا رہی ہو مجھے۔'' وہ چلایا تھا۔

''میں نے آپ کے ساتھ کوئی جھوٹ نہیں بولا۔'' وہ مستحکم آواز میں بولی اور اس کے قدم خارجی دروازے کی سمت بڑھ گئے۔

''تم ایسے کیسے جاسکتی ہو؟ تمہیں مجھے بتانا ہوگا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ کیوں یہ کھیل کھیلا میرے ساتھ؟ کیا ملا تمہیں مجھے پاگل بنا کر؟'' وہ دہاڑ رہا تھا۔

''میں نے آپ کے ساتھ کچھ نہیں کیا نہال! جو کیا آپ نے خود کیا۔ میں نے آپ سے اتنا آگے بڑھنے کو نہیں کہا تھا۔ میں نے کبھی آپ کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔'' اس نے جتایا۔ وہ سچ ہی تو کہہ رہی تھی۔ وہ اسے جھٹلا نہ سکا۔

نہال کی حالت کاٹو تو لہو نہیں والی تھی۔ بیلا نے ایک نظر اسے دیکھا اور متوازن اور ہموار قدموں سے باہر نکل گئی۔

❀......❀......❀

دھوکا بھی موت ہی ہوتا ہے
دھوکا کھانے والا بھی مر جاتا ہے
میں نے اسے ایک دھوکا دیا تھا
اس سے اپنی محبت چھپائی تھی
اس نے مجھے بار بار دھوکا دیا

رات گزر گئی تھی مگر نہ آنکھوں سے برستا پانی تھما تھا اور نہ دل سے اٹھتا درد کم ہوا تھا۔ آج وہ انشال کے ساتھ لاہور جا رہی تھی۔ ممی پاپا کل کی فلائٹ سے واپس لوٹ رہے تھے۔ انشال اس کے لیے ڈھیروں شاپنگ کر کے لایا تھا۔ اب وہ پیکنگ میں بزی تھی۔ اس کے بعد اس نے فلیٹ کی تفصیلی ڈسٹنگ کی اور تین بجے نہا کر فریش ہوگئی۔ جس وقت وہ ایئر پورٹ پہنچے شام ڈھل رہی تھی۔ خزاں کے رنگوں میں ملفوف اسلام آباد بہت اداس تھا۔ پلین کی سیٹ پر بیٹھ کر اس نے آنکھیں بند کرلیں۔

انشال اس کے حوالے سے فکر مند تھا مگر اس سے کچھ پوچھ نہیں رہا تھا۔ اب بھی جب اس نے آنکھیں بند کیں تو وہ بے چین ہونے لگا۔

''بیلا تم ٹھیک ہو نا؟'' اس نے کہا۔

بیلا نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھوں کے زریں کنارے سرخ ہو رہے تھے۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' اس کی آواز میں سرد مہری تھی۔

انشال نے مزید کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا اور سر ہلا کر سیٹ بیلٹ باندھنے لگا۔ ایک مختصر سی فلائٹ کے بعد وہ لاہور ایئر پورٹ پر اتر گئے

اپنے شہر میں قدم دھرتے ہی اس کی آنکھیں پھر سے نم ہونے لگی تھیں۔ اپنے گھر پہنچ کر اس نے صرف سوٹ کیس اور بیگ کمرے میں رکھا اور کوئی بات کیے بغیر بیڈ پر دراز ہوگئی۔ اس کے سر میں شدید درد تھا اور وہ بالکل کچھ کرنے کے موڈ میں نہ تھی۔ ایک منٹ بعد ہی وہ نیند میں چلی گئی۔ اس کی نیند بڑی بے چین اور کچی تھی۔ وہ بار بار کروٹ بدلتی رہی۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو رات گہری ہوچکی تھی۔ وہ منہ دھو کر لان میں آگئی۔ انشال پتا نہیں کہاں تھا۔ وہ لان چیئر پر بیٹھ کر اترتی دھند کو دیکھنے لگی۔ اس کی ذہنی رو بھٹک کر پھر سے نہال میں جا اٹکی تھی۔ اس کی باتیں اس کا غصہ اور بے یقینی اسے پھر سے یاد آنے لگی۔

میں نے سوچا تھا
تم چلے جاؤ گے
سارے کے سارے چلے جاؤ گے
تم مجھے دھوکا دو گے
میں نے سمجھا تھا
تم مجھے بھول جاؤ گے
سب کچھ بھول جاؤ گے
اور تمام کی تمام باتیں
ادھر ادھر سے اور دائیں بائیں سے
ہر جگہ سے کھرچ ڈالوں گا
میں نے چاہا تھا
تم میرے ہو جاؤ
میرے اپنے
سارے اور مکمل
لیکن تم نے مجھے ہمیشہ آدھے غم دیے ہیں
آدھے اور ادھورے غم
اور کوئی کیا جانے
آدھے غم مکمل غموں سے
کہیں زیادہ غمزدہ کر دینے والے ہوتے ہیں

وہ دیر تک وہیں بیٹھی رہی پھر وہاں سے اٹھی اور کچھ

سوچتے ہوئے پاپا کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اندر داخل ہوکراس نے ان کے ضروری کاغذات والا خانہ کھولا اور کچھ ڈھونڈنے لگی۔ چند لمحوں بعد اسے اپنی مطلوبہ چیز مل گئی۔ وہ اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اسے فوری طور پر ایک پارسل اسلام آباد بھیجنا تھا۔

......

اس کی آنکھیں ساکت اور ویران تھیں۔ چھت سے ٹکی ان خالی آنکھوں میں سوائے کرب کے کچھ نہ تھا۔ وہ ابھی تک بے یقین تھا۔ یہ اس کے ساتھ کیسے ہوگیا؟ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی۔ وہ ساحرہ اسے اپنے سحر میں الجھا کرخود پتا نہیں کہاں جا چھپی تھی۔ وہ اسے ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گیا تھا۔ مگر اسے لگ رہا تھا جیسے ہار اس کا مقدر بن چکی تھی۔ یہ احساس اسے مارے ڈال رہا تھا۔ بے بسی حد سے سوا ہوتی نظر آتی تھی۔ اس کا دل چاہا وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ اس کا فلیٹ بھی تو خالی پڑا تھا۔

وہ اسے کہاں تلاشتا؟

میں نے سوچا تھا ابھی بہت وقت ہے
میں تمہارے لیے ایک تخت بنواؤں گا
اور اپنا تمام بخت تمہارے تخت کے پیروں میں لا رکھوں گا
میں نے سوچا تھا
ابھی بہت وقت ہے
ابھی بہت وقت ہے
وقت کسی آہنی بلا کی طرح
میرے دل سے ٹکراتا ہے
میرے خون کی زنجیر کو پکڑ کے جھٹکے دیتا ہے
میری روح کا گریبان پھاڑتا ہے
میری آنکھوں میں راکھ بھر دیتا ہے
مجھے مارتا ہے
پھر مارتا ہے
پھر مارتا ہے
اور ریت پر بکھیر دیتا ہے

ناشتے کی میز پر وہ گم صم تھا جب ملازم نے ایک پارسل لاکر اس کے قریب رکھ دیا۔ اس نے بے دلی سے دیکھا اور کھولنے لگا۔ اندر سے جو نکلا اس نے نہال کو کچھ حیران کردیا۔ وہ کچھ تصویریں تھیں اور کچھ کاغذات تھے۔ اس نے ایک تصویر اٹھا کر دیکھی۔ وہ ایک تیرا چودہ سال کی بچی تھی۔ اس نے اگلی تصویر اٹھائی اور اسے پہلا جھٹکا لگا۔ اس تصویر میں تین لوگ تھے۔ اسے یاد آ گیا یوں جیسے بہت عرصے تک کوئی یاد انسانی لاشعور میں پھنسی رہنے کے بعد یکدم جھماکے سے اس کے شعور میں چمک اٹھی تھی۔ پہلا شخص وہ خود تھا اور اس کی عمر تب صرف انیس سال تھی۔ اس کے ساتھ ایک پندرہ سال کا لڑکا تھا اور وہی لڑکی اس تصویر میں بھی تھی۔ اس نے تیسری تصویر اٹھائی۔ یہ اس کے نکاح کی تصویر تھی۔ جس میں وہ بیس سال کا تھا۔ اس کے نیویارک جانے سے صرف دو دن قبل کی تصویر۔ وہ اس لڑکی کے ساتھ بیٹھا تھا اور ان دونوں کے ساتھ نہال کی والدہ عالیہ خانم اور دوسری طرف جہانگیر ماموں تھے۔ اس نے اگلی تصویر اٹھائی اور اس پر آسمان ٹوٹ پڑا۔ یہ تو بیلا تھی۔ اس کی بیلا جہانگیر مگر وہ کون تھی؟ اس نے بے تابی سے ساری تصویریں دوبارہ دیکھ ڈالیں۔ اسے سمجھ آ گیا کہ وہ لڑکا انشال جہانگیر تھا ماموں کا بڑا بیٹا اور ان کی بیٹی بیلا جہانگیر۔ اس نے تیزی سے پہلا کاغذ کھولا اور اس کو ایک مزید جھٹکا لگا۔ وہ چند لمحے اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔

اس کے ہاتھ میں اس کا اپنا نکاح نامہ تھا۔ اس نے دھندلائی ہوئی نظروں سے نام پڑھے میر نہال احمد اور بیلا جہانگیر۔

اس کا دل کسی اتھاہ گہرائی میں جا کر ابھرا تھا۔ اس نے تیزی سے اگلا کاغذ کھولا اور ٹھٹک گیا۔ یہ تو ایک خط تھا جو اسے مخاطب کر کے لکھا گیا تھا۔

''میر نہال احمد!

آپ نے کہا تھا کہ انا محبت سے زیادہ طاقت ور ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے میں آپ کی منکوحہ ہوں۔ وہ جس سے آپ کو طوفانی قسم کی محبت ہوگئی۔ میں چاہتی ہوں بحیثیت ایک مرد آپ ثابت کردیں کہ آپ کو اپنی انا کی شکست منظور نہیں کیونکہ یہ آپ کی انا کی شکست ہوگی کہ آپ کسی ایسی لڑکی کو اپنائیں اور اس سے اظہار محبت کریں جس سے یکسر لاتعلقی کا اعلان آپ نے میرے سامنے کیا تھا۔ آپ کے فیصلے کی منتظر۔

بیلا جہانگیر''

کاغذ اس کی مٹھی میں چرمرا کر رہ گیا اس کا خون کھول رہا تھا۔

تو یہ سب اس نے جان بوجھ کر کیا تھا۔ وہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس سے ٹکرائی تھی۔ اس نے اسے اپنے جال میں پھانسا اور پھر اس کے تڑپنے کا تماشا دیکھتی رخصت ہوگئی۔

اور وہ کتنا بڑا بے وقوف تھا کتنا ہنسی ہوگی وہ اس پر۔ کتنا مذاق اڑایا ہوگا اس نے میر نہال احمد کا۔ اس کی کیفیت نے کس قدر محظوظ کیا ہوگا اسے۔

اسے لگ رہا تھا کہ وہ پاگل ہوجائے گا۔ ایک بڑا سا سوالیہ نشان اس کے سامنے تھا۔

''آخر اس نے کیوں کیا یہ سب؟''

......

یہ اندرون لاہور کے ایک دو منزلہ گھر کا منظر تھا۔ جس کے سربراہ جہانگیر علی تھے۔ ان کی بیوی شمائلہ سے ان کے دو بچے تھے۔ بڑا بیٹا انشال جہانگیر اور بیٹی بیلا جہانگیر۔ مگر اس گھر میں دو مکین اور بھی رہتے تھے۔ جہانگیر علی کی بیوہ بہن اور ان کا اکلوتا بیٹا نہال۔ مگر وہ چند ماہ پہلے ہی ادھر آئے تھے۔ میر قربان احمد کی اچانک وفات پر عالیہ خانم کو ایک بڑا دھچکا تو لگا ہی تھا مگر ان کے گھر کا شیرازہ بھی بکھر گیا تھا۔ وہ اکیلے گھر میں رہنے سے خوف زدہ تھیں۔ جبھی سب کچھ بھائی کے سپرد کر کے ان کے در پر آ پڑیں۔ نہال ایک کم گو اور سنجیدہ مزاج لڑکا تھا۔ نوعمری میں باپ کی موت نے اسے مزید روکھا اور تلخ بنا دیا تھا۔ وہ اس وقت گریجویشن میں تھا۔ اس کا خصوصی رجحان فوٹوگرافی کی

طرف تھا۔

اور وہ نا صرف ماں کے اس اقدام کے خلاف تھا کہ وہ یوں ماموں کے گھر آ گئے جن کے ہاں آنا صرف عیدوں پر ہی پسند کرتا تھا بلکہ اسے یہ غصہ بھی تھا کہ ماں نے سب کچھ ماموں کے ہاتھ میں دے کر اسے ان کا دست نگر بنا دیا تھا۔

وہ لوگ سیکنڈ پورشن میں رہائش پزیر تھے۔ وہ سارا دن نیچے ہی نہ آتا تھا۔ البتہ ماموں آتے تو انشال کو بھیج کر اسے بلوا لیتے۔ تب نا چاہتے ہوئے بھی اسے نیچے آنا پڑتا کہ وہ کچھ بھی سہی مگر بدتمیز نہ تھا۔ وہ فوٹو گرافی میں مزید پڑھنے کے لیے امریکہ جانا چاہتا تھا مگر عالیہ خانم نے صاف انکار کر دیا۔ جس پر وہ ازحد رنجیدہ تھا۔ ماموں سے مل کر سارا مسئلہ ڈسکس کیا تو وہ بھی سوچ میں پڑ گئے۔ انہوں نے بہن سے بات کی وہ رو دیں۔

''آپ کو پتا ہے بھائی صاحب! میری طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں رہتی۔ اوپر سے اس لڑکے کی ضد نے مجھے توڑ کر رکھ دیا ہے۔ آپ خود ہی بتائیں کیسے بھیج دوں اسے؟ یاد ہے آپ کو میری نند فریدہ کا بیٹا گیا تھا پڑھنے مگر ہوا کیا؟ اس نے وہیں شادی کی اور واپس ہی نہ پلٹا۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ میں اپنا بیٹا کھونا نہیں چاہتی میں اسے کیسے بھیج دوں؟''

''عالیہ تم فضول خدشات کا شکار ہو رہی ہو۔ اس نے جو کیا ضروری نہیں نہال بھی وہ کرے۔'' انہوں نے سمجھایا۔

''آپ ہی بتائیں میں کیا کروں؟'' وہ بے بس ہو گئیں۔

''دیکھو اگر تمہیں یہ خدشہ ہے کہ وہ واپس نہیں آئے گا خدانخواستہ یا پھر وہیں شادی کر لے گا تو تم اس کا نکاح کر کے بھیج دو۔ جب اس کی تعلیم مکمل ہو جائے تو اسے بلا کر شادی کر دینا۔'' انہوں نے سہولت سے مشورہ دیا۔

وہ کھل اٹھیں بات ان کے دل کو لگی تھی۔

''یہ تو بڑا اچھا مشورہ دیا آپ نے۔ میں نہال سے بات کرتی ہوں۔'' انہوں نے کہا۔

رات انہوں نے نہال کو مان جانے کی خوش خبری سنائی تو تھی مگر نکاح کی بیڑیوں کے ساتھ اور حیرت انگیز طور پر وہ مان گیا۔ مگر جھٹکا تو اسے تب لگا جب امی نے اس کے سامنے لڑکی کا نام رکھا۔ وہ تو یہ سب سن کر ہتھے سے ہی اکھڑ گیا تھا کہ وہ اس کا نکاح ماموں کی بیٹی کے ساتھ کرنا چاہتی تھیں۔ جس کا اسے نام بھی ٹھیک سے معلوم نہ تھا۔

''امی! آپ کو کیا ہو گیا ہے وہ تو بچی ہے آخر آپ کو مجھ پر کیا بے یقینی ہے؟'' وہ جھلا گیا۔

''چودہ سال کی ہے وہ اور بے فکر رہو میں تمہارا نکاح کر رہی ہوں کون سا رخصتی کل ہی ہو رہی ہے۔'' وہ مطمئن تھیں۔

نہال نے انہیں سمجھانے کی بھرپور کوشش کی تھی مگر وہ مان کر نہ دیں۔ مجبوراً اس نے ہتھیار ڈال دیے۔ اس نے سوچا وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھیں کہ کون سا کل رخصتی ہو رہی تھی۔ ماموں نے جانے کے انتظامات مکمل کیے تو امی کی طبیعت خراب ہو گئی وہ ازحد پریشان ہو گیا۔ انہی دنوں اس کا نکاح ہو گیا۔ نکاح کے دو دن بعد اس کی روانگی تھی۔ پھر وہ آنکھوں میں ڈھیروں خواب لیے امریکہ چلا گیا۔

صرف ایک ماہ بعد عالیہ خانم کی وفات نے سب کو دہلا کر رکھ دیا تھا اور وہ بڑی مشکلوں سے سیٹ ہوا تھا۔ واپس نہ لوٹ سکا کہ اب لوٹنے کے لیے بچا ہی کیا تھا؟ اس کے بعد سب کا رابطہ نہال سے تقریباً منقطع ہو گیا۔ شروع شروع میں جہانگیر نے اس سے رابطہ رکھا وہ فون کرتے رہتے مگر پھر بعد میں اس نے رہائش تبدیل کر لی اور یوں وہ نیویارک کی رنگینیوں میں گم ہو گیا۔ جہانگیر نے اسے ڈھونڈنے کی سرتوڑ کوششیں کی تھیں مگر بے سود۔ ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ ان کے خاندان میں کوئی سات پشتوں تک امریکہ نہیں گیا تھا۔ ان کا وہاں کوئی جاننے والا نہ تھا وہ کیسے اسے ڈھونڈنے یا ڈھونڈوانے کی کوشش کر پاتے نتیجتاً وہ بے بسی سے خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

وقت کچھ مزید آگے سرکا۔ انشال یونیورسٹی میں اور بیلا کالج میں آ گئی۔

شائلہ بیگم کی اب صحیح معنوں میں نیندیں اڑ گئی تھیں۔ ان کی اکلوتی لاڈلی بیٹی اس شخص کے نکاح میں تھی جس کا کچھ پتا نہ تھا۔ وہ اٹھتے بیٹھتے جہانگیر کو کہتیں کہ خدارا وہ کچھ کریں۔ جواباً وہ بے بسی سے ہونٹ کچل کر رہ جاتے۔ اسی کشمکش میں وقت گزرتا گیا۔ اسے نہ لوٹنا تھا اور وہ نہ لوٹا۔

انشال کو جاب مل گئی مگر اسلام آباد میں۔ وہ وہاں شفٹ ہو گیا۔ وہ بھی گھر تبدیل کر کے گلبرگ میں شفٹ ہو گئے۔ بیلا یونیورسٹی میں آ گئی۔ انہی دنوں ممی پاپا کی حج درخواست قبول ہو گئی۔ جبھی انہوں نے بیلا کو تنہا چھوڑنا مناسب نہ سمجھا اور اسے اسلام آباد انشال کے پاس بھیج دیا۔

یہاں آتے ہی اسے یہ خبر ملی کہ میر نہال احمد پاکستان آ رہا تھا۔ انشال نے ان کے بارے میں انفارمیشن اکٹھی کی اور ایگزیبیشن کا پاس اس کے سامنے لا رکھا۔ باقی کا کام بہت آسان ثابت ہوا تھا۔

انشال نہیں چاہتا تھا کہ جس کام میں پاپا ناکام ہو گئے تھے اس میں ان کے دونوں بچے بھی ناکام ہو جاتے۔ اسی لیے اس نے بیلا کا پورا پورا ساتھ دیا تھا۔ وہ اس کی اکلوتی بہن کی زندگی کا سوال تھا۔ جبھی اس نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ یوں بیلا جہانگیر اس وقت اس کا چین و قرار چھین کر لاہور میں تھی جہاں ممی پاپا بھی موجود تھے۔

❁......❁......❁

رات کا وقت تھا بیلا ممی کی گود میں سر رکھے لاڈ اٹھوا رہی تھی جبکہ انشال پاپا کے ساتھ لاؤنج میں کوئی ٹاک شو دیکھتے ہوئے دھواں دھار تبصرے میں مگن تھا۔ جب ملازم نے ایک کارڈ لا کر جہانگیر کے ہاتھ میں رکھا۔ پتا نہیں اس کارڈ پر کیا تھا جس نے پاپا کے چہرے کا رنگ متغیر کر دیا۔ وہ تیزی سے اٹھے اور لونگ روم کی طرف بڑھ گئے۔ انشال بھی ان کے پیچھے چلا گیا۔

لونگ روم کے بیچوں بیچ وہ کھڑا تھا۔ ہاں وہ وہاں تھا۔ شکست خوردہ اور بہت ہارا ہوا جس کا سر جھکا ہوا تھا۔ وہ میر نہال احمد تھا۔ جہانگیر فرطِ جذبات سے آگے بڑھے اور اس سے لپٹ گئے۔

''کیسا ہے میرا بچہ؟ کدھر گم ہو گئے تھے بیٹے۔'' انہوں نے اسے بازوؤں میں بھینچ کر اس کی پیشانی کو چوما۔

''مجھے معاف کر دیجیے ماموں' میں نے پلٹنے میں بہت دیر کر دی۔'' وہ شرمندہ تھا۔

''ارے نہیں نہال بھائی! ابھی اتنی دیر بھی نہیں ہوئی۔'' انشال چہکا۔ نہال نے چونک کر اسے دیکھا اور اس سے لپٹ گیا۔

''کیسے ہو انشال؟''

''میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟''

''میں بھی ٹھیک ہوں۔''

''انشال! جاؤ بیٹا اپنی ممی کو بلاؤ۔'' جہانگیر نے پر مسرت لہجے میں کہا تو وہ سر ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔

''ممی! آپ کو پاپا بلا رہے ہیں کوئی گیسٹ آیا ہے۔'' انشال نے ان کے پاس آ کر کہا۔ تو وہ سر ہلاتی ہوئی چلی گئیں۔ انشال وہیں کھڑا رہا۔ بیلا نے اسے دیکھا۔

''کون آیا ہے انشال؟''

''بتا دوں......!'' وہ شرارت سے ہنسا۔

بیلا کی دھڑکن یک دم تیز ہو گئی۔

''کیا مطلب؟'' اس نے حیرانی سے بھائی کو دیکھا۔

''بیلا! ہم کامیاب ہو گئے ہیں پتا ہے پاپا کے پاس کون بیٹھا ہے۔ میر نہال احمد!'' اس نے بیلا کو جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

وہ ساکت رہ گئی۔ یہ بھلا کیسے ممکن تھا کہ وہ شخص اپنی انا کے قلعے میں شگاف ڈالنے آیا ہو؟

''سچ......؟''

''سو فیصد سچ میری بہنا۔'' انشال نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔

''انشال! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے وہ مجھ سے بہت خفا ہوں گے۔'' اسے نئی فکر ستانے لگی۔

''کس بات پر؟''

"جو میں نے کیا۔"

"تم نے کچھ نہیں کیا بیلا! یقین رکھو یہ تمہارے حق کی جنگ تھی اور یاد رکھنا جب حق نہ ملے تو اسے چھیننا پڑتا ہے۔" انشال نے سنجیدگی سے کہا۔

"پھر بھی انشال اگر انہوں نے پاپا کو کچھ بتا دیا تو؟"

"ناممکن ہے وہ کیسے اپنی شکست کا اعلان کرسکتے ہیں؟"

"مگر پھر بھی فرض کرو اگر......!" اس نے کہنا چاہا۔

انشال نے اس کی بات کاٹ دی۔

"اتنے فضول خدشات مت پالو۔ اب اچھے سے تیار ہو جاؤ۔ مجھے یقین ہے ابھی ممی تمہیں لینے آجائیں گی۔" انشال نے اسے چھیڑا۔

بیلا نے شرما کر اسے ایک مکا رسید کیا اور خود اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔ کچھ دیر بعد واقعی ممی اسے لینے آگئیں۔ وہ ان کے ساتھ اندر داخل ہوئی تو قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔

نہال کی نظر اس پر جم گئی۔ واپس آنے سے انکاری ہوگئی۔ نہال نے اسے مشرقی لباس میں پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ ایک خوب صورت لانگ شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھی اور بڑا سا دوپٹا اس نے بڑے سلیقے سے اوڑھا ہوا تھا۔

"السلام علیکم!" بیلا نے آہستگی سے کہا۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

نہال کو ایک ماہ پہلے والی بیلا یاد آگئی۔ بڑے اعتماد سے ہاتھ اس کی طرف بڑھائے اس نے "ہیلو سر" کہا تھا۔

"وعلیکم السّلام۔" نہال نے کہا۔ وہ سوفے پر بیٹھ چکی تھی۔

"بیلا پہچانا تم نے یہ کون ہیں؟" ممی نے کہا۔

اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ نہال کے دل پر کڑی گزر گئی تھی۔

"رہنے دیجیے ممانی جان! میں اپنا تعارف خود کروالوں گا۔" نہال نے بظاہر مسکراتے ہوئے کہا جبکہ اندر سے وہ سخت بے چینی محسوس کر رہا تھا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" جہانگیر مسکرائے تھے۔ آج وہ بے پناہ خوش تھے۔

"جی بیلا صاحبہ! میں میر نہال احمد ہوں آپ کا شرعی و قانونی شوہر۔" اس کے لہجے میں کھنک تھی اعتماد تھا۔

بیلا کے ہاتھ لرز رہے تھے۔

"ماموں جان کیا میں اپنی امانت لے جاؤں؟" اس نے بڑے استحقاق سے کہا۔

جہانگیر ہنس دیے وہ اس کی نظروں میں بیلا کے لیے پسندیدگی دیکھ چکے تھے۔

"کیوں نہیں بیٹے مگر ایسی بھی کیا جلدی ہے کچھ دن رہو ہمارے ساتھ کچھ دنیاوی تقاضے ہیں ان کو پورا کیے لیتے ہیں۔" انہوں نے کہا۔

"ضرور کیوں نہیں۔" وہ مطمئن تھا۔

"تو پھر ٹھیک ہے ایک دو دن میں ہم ایک شاندار سا ریسپشن رکھ لیتے ہیں ولیمہ کا۔" انہوں نے جھٹ پٹ پروگرام بنایا۔

"جیسے آپ کی مرضی۔"

"پاپا میں جاؤں۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"ہاں بیٹا آپ جاؤ۔" ممی نے کہا تو وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

صرف دو دن بعد ایک شاندار فنکشن تھا جس کے بعد وہ اس کے کمرے میں اس کے مقابل تھی۔ ڈری سہمی اور جھجکی سی۔ نہال نے کوٹ اتارتے ہوئے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ اس بیلا کو نہیں جانتا تھا۔ جسے وہ جانتا تھا وہ تو پر اعتماد اور تیکھی تھی۔ وہ آہستہ سے اس کے مقابل آبیٹھا۔

"بیلا۔" اس نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔ وہ ٹھنڈے تھے اور ان میں خفیف سی لرزش تھی۔ نہال کو حیرت ہوئی۔

"مجھے ہنس کے دکھاؤ۔" اس نے فرمائش کی۔

"جی؟" بیلا نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ خالصتاً مشرقی زیورات اور خوب صورت بلڈ ریڈ لہنگا سیٹ

میں وہ باکمال لگ رہی تھی۔

"میں تمہیں مسکراتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں پلیز۔" اس نے ضد کی۔

بیلا نے آہستہ سے ہونٹ مسکرانے والے انداز میں پھیلائے تو اس کے گالوں میں وہی دو ننھے گڑھے نمودار ہوئے تھے۔ نہال نے بے تابانہ انداز میں اس کے دائیں رخسار پر سجے اس چاہِ زنخداں کی مٹھاس کو لبوں سے چھولیا۔

"تم نے مجھے ہرا دیا بیلا! دیکھو میں نے اپنی انا کا قلعہ مسمار کر دیا کیونکہ میں نے تم سے محبت کی تھی۔ مگر میری جان! سچ یہی ہے کہ اگر مجھے علم ہوتا کہ تم ہی میری منکوحہ ہو تو میں تم سے کبھی بے پروائی نہ برتتا۔" وہ نرم لہجے میں کہتا گیا۔

"اور اگر میں نہ ہوتی تو؟" اس نے انجانے خدشوں سے دہل کر پوچھا۔

"کیوں نہ ہوتیں تم؟ جانتی ہو بعض چیزیں انسان کے اختیار سے باہر ہوتی ہیں اور بعض فیصلے آسمانوں پر طے کیے جاتے ہیں۔ کیوں خود کو اندیشوں میں الجھا رہی ہو؟ یہ سب ایسے ہی ہونا تھا۔" اس نے بیلا کو خود سے قریب کرلیا۔

"آپ مجھ سے خفا تو نہیں ہے نا؟" اس نے ہچکچا کر پوچھا۔

"ہاں میں تم سے خفا ہوں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ تم نے مجھے شکست دی ہے۔"

"نہیں نہال! میں نے تو آپ کو جیت لیا ہے۔" اس نے جذب سے کہا۔

"ہاں بیلا مجھے محبت نے شکست دی ہے اور یقین مانو یہ شکست بڑی خوب صورت ہے۔" نہال نے ہنستے ہوئے کہا۔

بیلا کا دل چاہا وہ اس کی پیشانی پر گرے بالوں کو سمیٹے اور اس کی سنہری آنکھوں کو چھوئے مگر جس جگہ وہ موجود تھی اس کا تقاضہ تھا کہ وہ صرف شرماتی رہے۔ اسے ہنسی آئی وہ کب اتنی کنفیوز تھی بھلا؟

"ویسے ایک بات کہوں؟" نہال نے اس کے آویزے کو چھوتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"تم نے سب کچھ اتنی مہارت سے کیا کہ مجھے آخری لمحوں تک اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ وہ سب سوچا سمجھا پلان تھا۔" وہ جیسے اپنی بے وقوفی کو انجوائے کر رہا تھا۔ بیلا نے سر اس کے شانے پر ٹکا دیا۔

"مجھے بہت دکھ ہوتا تھا نہال! جب پاپا کو اپنے لیے پریشان دیکھتی تھی تو۔ مجھے لگتا تھا آپ کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ جب آپ آئے تو میں نے سوچا کہ مجھے آپ کو دکھانا ہے کہ میں کوئی عام سی دبو اور جاہل لڑکی نہیں ہوں۔ مجھے آپ کو بتانا تھا کہ آپ نے مجھے نظر انداز کر کے اپنے ساتھ غلط کیا۔ بس اسی لیے یہ سب کرتی گئی اور یقین مانیں میں بہت ڈری ہوئی تھی اندر سے۔ آپ کا ردعمل کچھ بھی ہوسکتا تھا۔ آپ غصے میں کوئی انتہائی فیصلہ بھی لے سکتے تھے۔ مگر جب آپ لاہور آئے تو میں نے جان لیا کہ......!" وہ آنکھیں بند کیے بول رہی تھی۔

جب نہال نے اس کی بات کاٹ دی۔

"پنچھی نے دانا چگ لیا ہے۔" وہ شرارت سے ہنسا تھا۔

بیلا نے اسے مکا دے مارا۔

"ارے تم تو تشدد پر اتر آئی ہو۔" وہ حیران تھا۔

بیلا کھلکھلا کر ہنس دی۔ وہ مسحور سا اسے دیکھتا رہا پھر خود بھی ہنس دیا۔ ان کے ساتھ جاڑوں کا مہتاب بھی ہنس پڑا تھا۔ محبت نے انہیں اپنے حصار میں لے لیا تھا۔